عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۲۸ | ۲۰ تا ۲۶ / جمادی الاوّل ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ / مئی ۲۰۰۹ء | شمارہ: ۱۹

کڑوا سچ
حامد میر کی خدمت میں

آخروی زندگی کے لئے فائدہ مند کام

نظام عدل
تین گزارشات

آزادئ اظہار
مگر منافقت کے لئے نہیں!

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.INFO

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.com.pk
Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

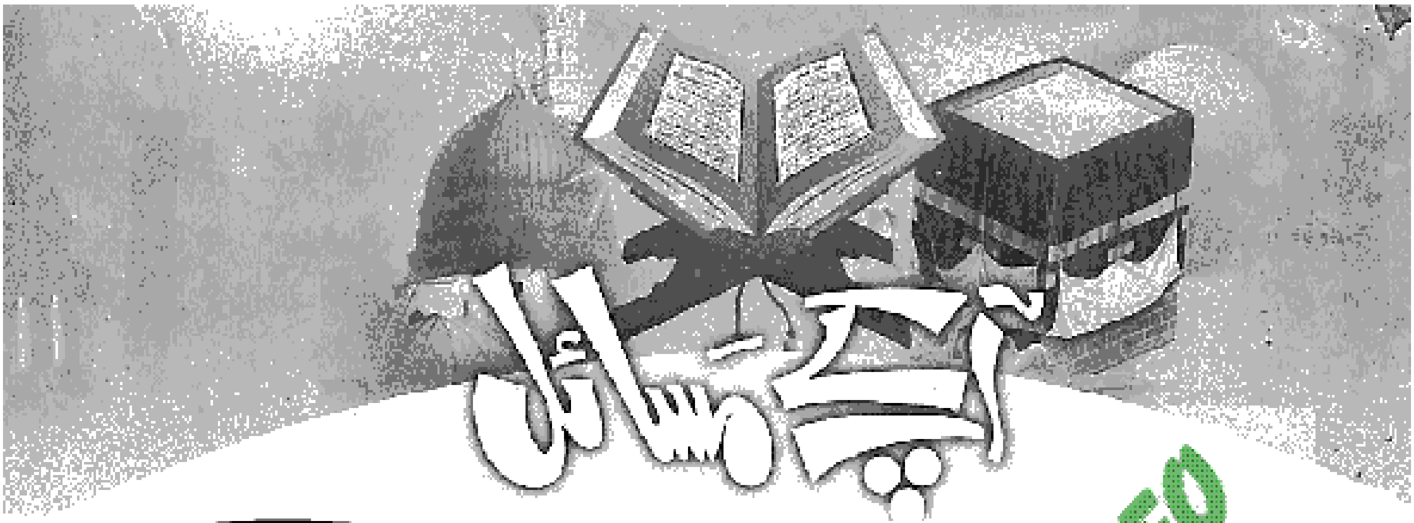

مولانا سعید احمد جلال پوری

حضرت فاطمہؓ کا جہیز

مشتاق احمد بلوچ، کوئٹہ

س:...... سنت کے مطابق جہیز کی شرح کتنی ہے؟

ج:...... طبقات ابن سعد اور مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصتی کے وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز میں جو کچھ دیا وہ: ایک چار پائی، ایک بڑی چادر، ایک چمڑے کا تکیہ جو کھجور کی چھال یا خوشبودار گھاس اذخر سے بھرا ہوا تھا، ایک مشکیزہ، دو گھڑے اور آٹا پیسنے کی چکی پر مشتمل تھا۔

جہیز قرض لے کر رخصتی کرنا

س:...... اگر پورا جہیز قرض کی صورت میں لیا گیا ہے تو کیا رخصتی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

ج:...... موجودہ جہیز تو خالص ہندوانہ رسم ہے، اس کے لئے قرض لینے کے تکلف کی کیا ضرورت ہے؟ تاہم اگر کسی سے قرض لے کر جہیز کا تکلف کیا اور بیٹی رخصت کی تو رخصتی جائز ہے۔

جہاد فرضِ عین یا فرضِ کفایہ؟

محمد ہاشم، کراچی

س:...... موجودہ حالات جن سے پوری دنیا کے مسلمان گزر رہے ہیں، وہ آپ کے سامنے ہیں، کیا موجودہ حالات میں مسلمانوں پر جہاد فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟

ج:...... قطع نظر اس کے کہ جہاد فرض ہے یا نہیں، اس وقت مسلمان تشتت و انتشار کا شکار ہیں اور مسلمانوں کے خلاف اعدائے اسلام کے پروپیگنڈا سے مسلمان عوام اور حکمران اس قدر متاثر ہیں کہ وہ خود تو اسلام دشمنوں کے خلاف کیا آواز اٹھاتے، الٹا جو دین دار مسلمان ان کے "بڑوں" کے خلاف عداوت و بغض کے دلی جذبات رکھتے ہیں، وہ خود اپنے ہاتھوں پکڑ کر انہیں اعدائے اسلام کے حوالے کر دیتے ہیں ایسے میں کوئی مسلمان کیا کر سکتا ہے؟ پھر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جہاد کے لئے مسلمانوں کا کوئی امیر ہونا چاہئے، جو ان کی قیادت و سربراہی کا فریضہ انجام دے، اب جبکہ ان کے نام نہاد امیر ہی اسلام اور مسلمانوں کے بجائے اعدائے اسلام کی محبت کی زلف کے اسیر ہوں، ایک مسلمان انفرادی حیثیت سے کیا کر سکتا ہے؟ یہی ناں کہ ان کے لئے دعا کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے نام نہاد حکمرانوں کو ہدایت عطا فرمائے اور ان کو ہمت و جرأت نصیب فرمائے بہرحال اندریں حالات پاکستان کے مسلمانوں پر جہاد فرض کفایہ ہے۔

مہر معجّل اور غیر معجّل میں فرق

محمد انور، دبئی (یو اے ای)

س:...... حق مہر معجّل اور حق مہر غیر معجّل میں کیا فرق ہے اور دونوں کی ادائیگی کی کیا صورت ہے؟

ج:...... فوری ادائیگی والے حق مہر کو معجّل کہتے ہیں اور تاخیر سے ادائیگی والے کو مؤجل کہتے ہیں۔

ماہ صفر میں شادی بیاہ

س:...... کچھ لوگ کہتے ہیں کہ صفر کے مہینے میں شادی کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ اس ماہ میں مصیبتوں کا نزول ہوتا ہے، اس لئے شادی کرنا ٹھیک نہیں ہے، کیا یہ درست ہے؟

ج:...... صفر کے مہینہ میں شادی بیاہ کرنا جائز اور درست ہے، صفر کے مہینہ کے بارہ میں زمانہ جاہلیت میں منحوس ہونے کا تصور تھا، اسلام نے اس کو منحوس نہیں بلکہ صفر الخیر قرار دیا ہے یعنی خیر والا صفر۔ اس لئے یہ کہنا کہ اس ماہ میں مصیبتیں نازل ہوتی ہیں سراسر غلط اور من گھڑت ہے۔

☆☆..........☆☆

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.INFO

ہفت روزہ
ختمِ نبوۃ

جلد:۲۸ ۲۰ تا ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ مئی ۲۰۰۹ء شمارہ:۱۹

مجلس ادارت

مولانا سعید احمد جلالپوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی
مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — مولانا قاضی احسان احمد

سرپرست
حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا اللہ وسایا

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

کراچی..... جناب حامد میر کی خدمت میں!	۵	مولانا سعید احمد جلالپوری
نظام عدل..... چند گزارشات	۹	مفتی ابولبابہ شاہ منصور
اُخروی زندگی کیلئے فائدہ مند کام!	۱۳	مولانا زاہد الراشدی
الحاد و زندقہ کا نیا انداز! (۳)	۱۷	مولانا سعید احمد جلالپوری
آزادیٔ اظہار...	۲۰	ڈاکٹر صلاح الدین اے خان
قاری محمد اسماعیل شہیدؒ	۲۲	مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی
تھرپارکر کے مسلمانوں کی حالت زار	۲۳	احمد علی ورس
تحفظ ختم نبوت احتجاجی ریلی سرگودھا	۲۴	ادارہ
اک شب دیوانوں کی محفل میں!	۲۵	محمد وسیم عباس
خبروں پر ایک نظر	۲۶	ادارہ

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

زر تعاون بیرون ملک

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

زر تعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۳۵۰ روپے
چیک - ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت، اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat(Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:2780337, 4234476 Fax:2780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۴۵۱۴۱۲۲-۴۵۸۳۴۸۶ فیکس: ۴۵۴۲۲۷۷
Hazori Bagh Road Multan
Ph:4583486-4514122 Fax:4542277

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.INFO

درس حدیث

دُنیا سے بے رغبتی

اصل مال داری دِل کا غنی ہونا ہے

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مال داری زیادہ ساز و سامان سے حاصل نہیں ہوتی، بلکہ اصل مال داری دِل کا غنی ہونا ہے۔"

(ترمذی ج:۲ ص:۶۰)

عام ذہن یہ ہے کہ جس آدمی کے پاس زیادہ مال ودولت اور ساز وسامان ہو وہ غنی اور مال دار ہے، اور جس کے پاس کم ہو وہ فقیر اور محتاج کہلاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عام غلطی کی اصلاح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: مال ودولت کی کثرت آدمی کو غنی نہیں بناتی، بلکہ غنی تو دراصل وہ شخص ہے جو دِل کا غنی اور سیر چشم ہو، کیونکہ غنی وہ ہے جس کے دِل میں مال ودولت کی ہوس اور ساز وسامان کی حرص نہ رہے، یہ سیر چشمی خداداد عطیہ ہے، جس کو چاہیں حق تعالیٰ نصیب فرمادیں، مال ودولت کے انباروں سے دِل کی یہ بھوک ختم نہیں ہوتی بلکہ تجربہ یہ ہے کہ مال جس قدر بڑھتا جائے اس کی حرص میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، اور دِل کی پیاس اور بھڑکتی ہے، اس لئے بزرگ فرماتے ہیں: آنانکہ غنی تراند محتاج تراند

یعنی جو لوگ زیادہ مال دار ہیں وہ مسکین زیادہ محتاج ہیں، لوگ مال و دولت میں استغنا تلاش کرتے ہیں، حالانکہ مال کی ہوس کو بڑھاتے چلے جانا وہ بیماری ہے جس کا علاج دُنیا بھر کے خزانوں سے نہیں ہوسکتا، ایسے شخص کو دُنیا بھر کے خزانے بھی مل جائیں تب بھی اس کی حرص کا دوزخ "ھَلْ مِنْ مَّزِیْد؟" پکارے گا۔ پس اصل غنا یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کسی کے دِل کی ہوس ختم کردیں، اور دُنیا کے خزانے اس کی نظر میں مٹی کا ڈھیر بن جائیں، اور یہ دولت اہل اللہ کی صحبت میں میسر آسکتی ہے، ورنہ دُنیا کے بازار سے اس کو خریدا نہیں جاسکتا۔

مال کو اس کے حق کے ساتھ لینے کا بیان

"حضرت خولہ بنت قیس رضی اللہ عنہا، جو حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، فرماتی ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ: یہ مال سرسبز، میٹھا اور مزیدار ہے، پس جس شخص نے اس کو حق کے ساتھ لیا، اس کے لئے اس میں برکت ہوگی، اور بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اللہ و رسول کے مال میں جہاں چاہتے ہیں گھس جاتے ہیں، ان کے لئے قیامت کے دن آگ کے سوا کچھ نہیں۔"

(ترمذی ج:۲ ص:۶۰)

یعنی دُنیا کا مال ودولت بالطبع مرغوب اور لذیذ ہے، اور یہ ہر شخص کو خوش نما معلوم ہوتا ہے، اور لوگ اسے حاصل کرنے اور سمیٹنے کے حریص نظر آتے ہیں، اور پھر مال کمانے والوں کی دو قسمیں ہیں، بعض لوگ تو اس کو حق کے ساتھ لیتے ہیں کہ مال کمانے کے جو ذرائع حرام یا مکروہ ہیں، ان سے پرہیز کرتے ہیں، بلکہ حلال اور طیب کمائی پر اِکتفا کرتے ہیں، اور مال کے کمانے میں شریعت کے اَحکام کا پورا پورا لحاظ رکھتے ہیں، ان لوگوں کے لئے تو یہ مال موجب برکت ہوگا۔ دُنیوی برکت یہ کہ اس مال کو اللہ تعالیٰ کی عبادت و رضا جوئی، صدقہ وخیرات اور صلہ رحمی کا ذریعہ بنادیا جائے گا، اور اس سے حق تعالیٰ کے تعلق اور قرب میں اضافہ ہوگا، دُنیوی آفات سے بھی محفوظ رہیں گے، اور حرام راستوں میں ان کا مال خرچ نہیں ہوگا، اور آخرت کی برکت یہ کہ وہ اَجر وثواب کے مستحق ہوں گے۔

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

لیکن بہت سے لوگ مال کی لذت اور خوش نمائی پر ایسے ریجھ جاتے ہیں کہ اس کے اندر چھپے ہوئے زہر پر ان کی نظر نہیں جاتی، آخرت سے غافل، خدا تعالیٰ کی عبادت سے بے پروا اور مال کمانے سے متعلق خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اَحکام دیئے ہیں ان سے بے نیاز ہوکر زیادہ سے زیادہ مال سمیٹنے کی کوشش میں لگ جاتے ہیں، دن کا چین اور رات کی نیند ان کے لئے حرام کردیتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے یہ مال نہ دُنیا میں باعث برکت ہوگا، نہ آخرت میں۔ دُنیا میں یہ بے چینی و پریشانی اور آفات ومصائب کو ساتھ لے کر آئے گا، اور پھر جس طرح حرام راستے سے آیا تھا اسی طرح فضول اور لایعنی چیزوں میں برباد بھی ہوگا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ: "لوگو! میں تمہارے اِخراجات کو دیکھ کر پہچان لیتا ہوں کہ مال تم نے کس ذریعے سے کمایا؟" یعنی اگر نیک کاموں میں خرچ ہوتا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ مال صحیح ذریعے سے کمایا گیا، اور اگر ناجائز یا فضول چیزوں میں خرچ ہوتا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ غلط ذریعے سے کمایا گیا، ورنہ اگر مال حلال ہوتا تو یوں ضائع نہ ہوتا۔

اور آخرت کا وبال یہ ہے کہ اس حرام ذریعے سے مال کمانے پر یہ شخص سزا کا مستوجب اور دوزخ کا مستحق ہوگا، اور پھر جن غلط اور فضول چیزوں میں مال خرچ کیا اس کا وبال بھی اس کو بھگتنا ہوگا، جو مال کمایا تھا اس کا اکثر وبیشتر حصہ یہیں دھرا رہ جائے گا، اور وارث اس کے ساتھ عیش اُڑائیں گے، لیکن اس کا حساب وکتاب اس کو دینا پڑے گا۔ حق تعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائے اور اس مال کی آفات سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ (جاری ہے)

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.INFO

اداریہ

مولانا سعید احمد جلال پوری

کڑوا سچ

جناب حامد میر کی خدمت میں!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

قلم وقرطاس اور زبان وبیان دو دھاری تلواریں ہیں، اگر ان کے صحیح استعمال سے دین وشریعت کی ترجمانی اور نجات آخرت کا سامان کیا جاسکتا ہے، تو باطل، اہل باطل کی ترجمانی اور حقائق مسخ کرکے اپنی دنیا وآخرت برباد بھی کی جاسکتی ہے۔

جب تک مسلمانوں کے دلوں میں خوف خدا، خشیت الٰہی اور فکر آخرت تھی، ناممکن تھا کہ ان کی زبان وبیان اور قلم وقرطاس سے خلاف حقیقت کوئی بات صادر ہوتی، لیکن جب سے ان کے دلوں سے فکر آخرت اور خوف خدا رخصت ہوا ہے، وہ بلاتکان ہر قسم کا جھوٹ، سچ بولنے اور لکھنے لگے ہیں، اور انہیں یہ احساس تک نہیں رہا کہ کل قیامت کے دن اس کا حساب دینا ہوگا؟ یا ہمیں اپنی کسی تحریر وکلام کا جواب بھی دینا ہوگا؟ حالانکہ قرآن کریم میں ہے: "مایلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید" (ق: ۱۸)... نہیں بولتا کوئی بات، مگر ہوتا ہے اس کے پاس ایک نگہبان تیار... یعنی فرشتے خدا کے حکم سے ہر وقت اس کی تاک میں رہتے ہیں، جو لفظ اس کے منہ سے نکلے، وہ لکھ لیتے ہیں۔ اسی طرح جو بات بھی قلم سے صادر ہو، اس کو بھی محفوظ کرلیا جاتا ہے۔

ایسا لگتا ہے کہ کافر تو کافر شاید اب مسلمانوں کو بھی اس کا یقین نہیں رہا کہ ہمیں اپنے اچھے برے کا جواب دینا ہوگا، یا ہم نے خدانخواستہ کسی کی طرف غلط بات منسوب کی تو عنداللہ اس کو ثابت کرنا ہوگا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ زندہ تو زندہ اب مردے بھی ان کے ظلم وستم اور کذب وافترا سے محفوظ نہیں۔ کچھ اسی قسم کا معاملہ روزنامہ جنگ کے ایک کالم نگار جناب حامد "میر" صاحب کا ہے۔ نہیں معلوم کہ وہ کون سے "میروں" سے ہیں؟ بہرحال اللہ تعالیٰ نے ان کو قلم وقرطاس کی "نعمت" اور میڈیا سے وابستگی کی "سعادت" سے نوازا ہے، اور ان کا "بے باک" قلم منہ زور گھوڑے کی طرح آئے دن کسی نہ کسی کی پگڑی اچھالتا رہتا ہے۔ تہمت طرازی، الزام تراشی، غلط بیانی اور حقائق کو مسخ کرنا تو "میر" صاحب کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، چنانچہ آج سے کوئی ساڑھے پانچ سال قبل بھی روزنامہ جنگ کراچی ۲۵/ اگست ۲۰۰۳ء کی اشاعت میں موصوف نے "ملا پاور" کے نام سے ایک تاریخی جھوٹ تراش کر یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ ۱۹۷۴ء کی اینٹی قادیانی تحریک اور مسئلہ ختم نبوت میں علماء اور کارکنان ختم نبوت کا کوئی کردار نہیں تھا اور یہ مسئلہ کسی تحریک کے بغیر محض پی پی پی راہنما ذوالفقار علی بھٹو کی ذاتی دلچسپی سے حل ہوا تھا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"... ذوالفقار علی بھٹو نے ۱۹۷۴ء میں پارلیمنٹ کے ذریعہ قانون منظور کرواکر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوایا، ۱۹۷۴ء کی اسمبلی میں بھٹو ملاؤں کے قطعاً محتاج نہ تھے اور نہ ہی اس وقت سڑکوں پر کوئی تحریک چل رہی تھی، قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا فیصلہ پاکستانی مسلمانوں کی اکثریت کی مرضی سے ہوا..."

کیا کوئی باشعور مسلمان باور کرسکتا ہے کہ جناب ذوالفقار علی بھٹو نے ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم بغیر کسی تحریکی دباؤ کے ازخود فرمادی تھی؟ ہمارے خیال میں اتنا بڑا تاریخی جھوٹ "میر" صاحب کے علاوہ کسی کو زیب نہیں دیتا، ورنہ کون نہیں جانتا کہ ربوہ اسٹیشن پر قادیانی جارحیت کے خلاف اٹھنے والی تحریک نے جب مسلمانان پاکستان کو بیدار کیا تو اسمبلی کے اندر مولانا مفتی محمودؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا شاہ احمد نورانیؒ، پروفیسر غفور احمد وغیرہ حضرات نے اور اسمبلی سے باہر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ اور دوسرے اکابر نے مسلمانوں کی قیادت کا فریضہ سرانجام دیا، تو حکومت پاکستان اور جناب ذوالفقار علی بھٹو عوامی دباؤ کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوگئے؟ کیا اس

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.INFO

تحریک میں براہِ راست شرکت کرنے والے، شہداء کے ورثاء اور ہزاروں فرزندانِ توحید اس کے گواہ نہیں کہ یہ تحریک مئی ۷۴ء سے ۷ستمبر ۱۹۷۴ء تک مسلسل پانچ ماہ تک برپا رہی اور اسی کی برکت سے یہ مسئلہ حل ہوا تھا؟ مگر موصوف اس کے برعکس فرماتے ہیں کہ: ”نہ ہی اس وقت سڑکوں پر کوئی تحریک چل رہی تھی....“

”میر“ صاحب اگر ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم بھٹو صاحب کے دستخطوں کی وجہ سے ان کے کھاتے میں ڈالی جاسکتی ہے اور مسلسل پانچ ماہ تک پوری پاکستانی عوام کی جدوجہد کی نفی کی جاسکتی ہے، تو کیا آپ کسی کو یہ کہنے کی بھی اجازت دیں گے؟ کہ معزول ججوں کی بحالی بھی زرداری صاحب کی مرہونِ منت ہے اور وکلاء کا اس کے پیچھے کوئی کردار نہیں، کیونکہ زرداری صاحب معزول ججوں کی بحالی میں وکلاء کے قطعاً محتاج نہیں تھے، اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو تحریک تحفظ ختم نبوت میں علماء کی مساعی کا انکار کیوں کیا جاسکتا ہے؟

اسی طرح انہوں نے اسی کالم میں یہ گوہرافشانی بھی فرمائی تھی کہ:

”جہادِ کشمیر کا ۱۹۴۷ء میں آغاز ہوا تو ملاؤں کی طرف سے اس جہاد کو کفر قرار دیا گیا“

ایسا لگتا ہے کہ موصوف کالم لکھتے وقت ہوش میں نہیں تھے یا ان پر نیند کا غلبہ تھا، ورنہ کون نہیں جانتا کہ:

”جب وزیراعظم پاکستان نوابزادہ لیاقت علی خان مرحوم نے کشمیر میں اعلانِ جنگ کردیا، جس پر پوری قوم آن کی ہمنوا بن گئی، اس جنگ میں مجلس احرارِ اسلام سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہوئی اور اس نے حکومت پاکستان کے موقف کی بھرپور اور دوٹوک حمایت کا اعلان کردیا، مجلس احرارِ اسلام نے اس موقع پر دفاعِ پاکستان کے عنوان پر جلسوں کا اعلان کرکے رائے عامہ ہموار کرنے اور قوم میں جذبہ جہاد پیدا کرنے کی مہم شروع کردی، پاکستان کے تمام بڑے شہروں میں زبردست جلسے کیے گئے، عوام اور فوج دونوں کا لہو گرمایا گیا، انہیں جہاد کی اہمیت وافادیت سے آگاہ کیا گیا، مجلس احرارِ اسلام کے تمام راہنما اس جدوجہد میں شریک ہوگئے۔“

(تحریک کشمیر سے تحریک ختم نبوت تک، از چوہدری غلام نبی، ص:۱۲۵)

ان ہر دو اقتباسات سے موصوف کی ”راست“ بیانی اور تہمت تراشی کا کچھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

بہرحال ہم نے اس وقت بھی موصوف کی خدمت میں مفصل گزارشات عرض کی تھیں، عین ممکن ہے کہ ان کی نظر سے نہ گزری ہوں، افسوس کہ حال ہی میں ”میر“ صاحب کا ”صداقت انگیز“ اور ”فرض شناس“ قلم ایک بار پھر حرکت میں آیا ہے، چنانچہ روزنامہ جنگ کراچی ۲۶/مارچ ۲۰۰۹ء کی اشاعت میں موصوف نے اپنے کالم ”بلاول کا خیال کیجئے“ میں ایک بار پھر اپنی سابقہ ”سچ گوئی“ کا اعادہ کرتے ہوئے چند نئے اور تازہ شگوفے چھوڑے ہیں۔

یقیناً ”میر“ صاحب اپنی عادت سے مجبور ہوں گے، مگر ہم ان سے اتنا عرض کرنا چاہیں گے کہ آپ ”یہ کرم فرمائی“ صرف زندوں کی حد تک روا رکھیں تو زیادہ مناسب ہوگا اور مرحومین کو اس سے مستثنیٰ قرار دے دیں تو آپ کے لئے بہتر ہوگا۔

”میر“ صاحب نے اپنے تازہ کالم میں مولانا فضل الرحمن کو فہمائش کرتے ہوئے لکھا ہے:

”وکلاء کے لئے معزول ججوں کی بحالی کے لئے تحریک اتنی ہی اہم تھی جتنی اہم تحریک پاکستان تھی، تحریک پاکستان میں بھی کچھ مولانا صاحبان نے علامہ اقبالؒ اور قائداعظمؒ کے خلاف طرح طرح کے فتوے صادر کئے، نوبت یہاں تک آئی کہ علامہ اقبالؒ کو جمعیت علماء ہند کے رہنما مولانا حسین احمد مدنی کے خلاف اشعار کہنا پڑ گئے....“

موصوف نے علامہ اقبال مرحوم کے متنازعہ اشعار کا سبب، ان کے خلاف حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے فتویٰ کو قرار دیا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ”میر“ صاحب علماء دشمنی کی ”برکت“ سے عقل وخرد کی سطح سے بہت ”اونچے“ جاچکے ہیں، ورنہ کون نہیں جانتا کہ حضرت مدنیؒ نے علامہ اقبالؒ کے خلاف نہ ایسا کوئی فتویٰ دیا تھا اور نہ ہی علامہ اقبال نے اپنے کسی ذاتی انتقام میں وہ متنازعہ اشعار کہے تھے، اگر بغور دیکھا جائے تو اس تحریر میں ”میر“ صاحب نے جہاں حضرت مدنیؒ کی ذات پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی ہے، اس سے کہیں زیادہ انہوں نے علامہ اقبالؒ کی شخصیت کو داغدار کیا ہے، کیونکہ ان کی تحریر سے یہی تاثر ابھر کر سامنے آتا ہے کہ علامہ اقبالؒ جیسا

بڑا آدمی بھی معمولی اور چھوٹے لوگوں کی طرح اپنی انا کے لئے ہجو ومدح کا مشغلہ اپنایا کرتا تھا۔

دوسری طرف تاریخ پاکستان کا ادنیٰ کارکن بھی جانتا ہے کہ ان اشعار کا پس منظر یہ تھا کہ جنوری ۱۹۳۸ء میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ نے اپنی ایک تقریر میں دور جدید کے نظریہ قومیت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

''موجودہ زمانہ میں قومیں مذہب سے نہیں، بلکہ اوطان سے بنتی ہیں۔''

لیگی اخبارات نے حضرت کے اس بیان کو توڑ مروڑ کر پیش کیا اور حضرت مدنیؒ کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کردیا کہ:

''وہ ملت از وطن است'' کے قائل ہیں، اور مسلمانوں کو یہ تلقین کررہے ہیں کہ وہ مذہب کی بجائے وطن کو قومیت کی بنیاد بنائیں''

یہ پروپیگنڈہ اتنا شدید تھا کہ پورے ملک میں حضرت مدنیؒ کے خلاف طوفان بدتمیزی برپا کردیا گیا، اس اخباری پروپیگنڈہ سے متاثر ہوکر علامہ محمد اقبال مرحوم نے بھی حضرت مدنیؒ کے بارہ میں مشہور قطعہ ''عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ'' لکھ کر اخبارات میں شائع کرادیا۔

اس پر علامہ عبدالرشید نسیم جو طالوت کے قلمی نام سے متعارف تھے، حضرت مدنیؒ اور علامہ اقبال مرحوم دونوں کے عقیدت مند تھے، انہوں نے اس قضیہ کو سلجھانے کے لئے حضرت مدنیؒ کی خدمت میں اصل واقعہ کی تحقیق کے لئے تفصیلی عریضہ لکھا، حضرت مدنی قدس سرہ نے اس کا تفصیلی جواب لکھا اور فرمایا کہ: ''ملت از وطن است'' کا نظریہ لیگی اخبارات کا تراشیدہ خالص تہمت ہے، میں نے اپنی تقریر میں دور جدید کا یہ نظریہ ذکر کیا تھا کہ: ''قومیں مذہب سے نہیں، بلکہ اوطان سے بنتی ہیں۔''

مولانا طالوتؒ نے مولانا مدنیؒ کے اس مکتوب کے اقتباسات علامہ کو لکھ بھیجے، علامہ اقبال مرحوم حضرت مدنیؒ کی وضاحت سے مطمئن ہوگئے اور انہوں نے اپنا اعتراض واپس لے لیا، اور اس تنقیدی نظم سے رجوع کرلیا، چنانچہ علامہ کا یہ تردیدی بیان اخبار احسان لاہور میں بایں الفاظ شائع ہوا:

''میں نے مسلمانوں کو وطنی قومیت اختیار کرنے کا مشورہ نہیں دیا۔'' (حضرت مدنیؒ کا بیان)

''مجھے اس اعتراف کے بعد ان پر اعتراض کا کوئی حق باقی نہیں رہتا۔'' (علامہ اقبال کا مکتوب)

''قومیت ووطنیت کے مسئلہ پر ایک علمی بحث کا خوشگوار خاتمہ''

جناب ایڈیٹر صاحب ''احسان'' لاہور

السلام علیکم!

میں نے جو تبصرہ مولانا حسین احمد صاحب کے بیان پر شائع کیا ہے اور جو آپ کے اخبار میں شائع ہوچکا ہے، اس میں، میں نے اس امر کی تصریح کردی تھی کہ اگر مولانا کا یہ ارشاد: ''زمانہ حال میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں'' محض برسبیل تذکرہ ہے تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور اگر مولانا نے مسلمانان ہند کو یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ جدید نظریہ قومیت کو اختیار کرلیں تو دینی پہلو سے مجھے اس پر اعتراض ہے، مولوی صاحب کے اس بیان میں جو اخبار ''انصاری'' میں شائع ہوا ہے، مندرجہ ذیل الفاظ ہیں:

''لہٰذا ضرورت ہے کہ تمام باشندگان ملک کو منظم کیا جائے، اور ان کو ایک ہی رشتہ میں منسلک کرکے کامیابی کے میدان میں گامزن بنایا جائے، ہندوستان کے مختلف عناصر اور متفرق ملل کے لئے کوئی رشتہ اتحاد بجز قومیت اور کوئی رشتہ نہیں جس کی اساس محض یہی ہوسکتی ہے۔''

ان الفاظ سے تو میں نے یہی سمجھا کہ مولوی صاحب نے مسلمانان ہند کو مشورہ دیا ہے، اسی بنا پر میں نے وہ مضمون لکھا جو اخبار ''احسان'' میں شائع ہوا ہے، لیکن بعد میں مولوی صاحب کا ایک خط طالوت صاحب کے نام آیا، جس کی ایک نقل انہوں نے مجھ کو بھی ارسال کی ہے، اس خط میں مولانا ارشاد فرماتے ہیں:

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.INFO

''میرے محترم سر صاحب کا ارشاد ہے کہ اگر بیان واقعہ مقصود تھا تو اس میں کوئی کلام نہیں ہے اور اگر مشورہ مقصود ہے تو وہ خلاف دیانت ہے، اس لئے میں خیال کرتا ہوں کہ پھر الفاظ پر غور کرلیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ تقریر کے لاحق وسابق پر نظر ڈالی جائے، میں یہ عرض کررہا تھا کہ موجودہ زمانے میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں، یہ اس زمانے کی جاری ہونے والی نظریت اور ذہنیت کی خبر ہے۔ یہاں یہ نہیں کہا گیا ہے کہ ہم کو ایسا کرنا چاہئے، یہ خبر ہے، انشا نہیں ہے۔ کسی ناقل نے مشورے کو ذکر بھی نہیں کیا، پھر اس کو مشورہ قرار دینا کس قدر غلطی ہے۔

خط کے مندرجہ بالا اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ انہوں نے مسلمانان ہند کو جدید نظریہ قومیت اختیار کرنے کا مشورہ دیا، لہٰذا میں اس بات کا اعلان ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھ کو مولانا کے اس اعتراف کے بعد کسی قسم کا کوئی حق اعتراض کرنے کا نہیں رہتا، میں مولانا کے ان عقیدت مندوں کے جوش عقیدت کی قدر کرتا ہوں جنہوں نے ایک دینی امر کی توضیح کے صلے میں پرائیویٹ خطوط اور پبلک تحریروں میں گالیاں دیں، خدائے تعالیٰ ان کو مولانا کی صحبت سے زیادہ مستفید فرمائے، نیز ان کو یقین دلاتا ہوں کہ مولانا کی حمیت دینی کے احترام میں، میں ان کے کسی عقیدت مند سے پیچھے نہیں ہوں۔''

محمد اقبال

(اقبال کے ممدوح علماء، ص:۸۶، ۸۷)

کیا ''میر'' صاحب یہ بتلانا پسند فرمائیں گے کہ اس میں علامہ اقبالؒ کے خلاف حضرت مدنیؒ کے کسی فتویٰ کا کہیں ذکر ہے؟ اگر نہیں! اور یقیناً نہیں! تو ان کے اس ارشاد کا کیا معنی؟ کہ: ''کچھ مولانا صاحبان نے علامہ اقبال اور قائداعظم کے خلاف طرح طرح کے فتوے صادر کئے، نوبت یہاں تک آئی کہ علامہ اقبال کو جمعیت علماء ہند کے راہنما مولانا حسین احمد مدنی کے خلاف اشعار کہنا پڑے۔''

''میر'' صاحب! علامہ اقبالؒ نے تو غلط فہمی دور ہونے پر اپنے ان اشعار سے رجوع فرماکر دل صاف کرلیا تھا، لیکن پون صدی گزرنے کے باوجود آج تک آپ کے سینے سے حضرت مدنیؒ کا بغض نہیں نکلا، آخر کیوں؟؟؟

''میر'' صاحب! سیاسی اور نظریاتی اختلاف ہوا کرتے ہیں اور اس کا ہر ایک کو حق ہے، لیکن سیاسی اختلاف کی آڑ لے کر کسی اللہ والے کی کردار کشی کرنا کون سی شرافت ودیانت ہے؟

کیا علامہ اقبال کو قائداعظم محمد علی جناح سے اختلاف نہیں تھا؟ کیا انہوں نے جناح صاحب کے بارہ میں یہ نہیں فرمایا تھا؟:

''لندن کے چرخ نادرہ فن سے پہاڑ پر — اترے مسیح بن کے محمد علی جناح
نکلے گی تن سے تو کہ رہے گی بتا ہمیں — اے جان برلب آمدہ اب تیری کیا صلاح
دل سے خیال دشت و بیاباں نکال دے — مجنوں کے واسطے ہے یہی جادہ فلاح
آغا امام اور محمد علی ہے باب — اس دین میں ہے ترک سواد حرم مباح
بشریٰ لکم کہ منتظر ما رسیدہ است — یعنی حجاب غیبت کبریٰ دریدہ است''

(روزنامہ زمیندار، مورخہ ۹/نومبر ۱۹۲۱ء)

(جاری ہے)

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.INFO

نظامِ عدل۔ چند گزارشات

شریعت کیا ہے؟ شرعی نظامِ عدل کا صحیح صحیح مصداق کیا ہے؟ نفاذِ شریعت سے انسانی معاشرے میں کیا تبدیلی آسکتی ہے؟ تیزی سے بدلتی ہوئی جدید دنیا میں شرعی احکام کی تنفیذ و تطبیق کی کیا شکل ہوگی؟ یہ وہ سوالات ہیں جو ہر ذہن میں گردش کررہے ہیں اور جب سے طالبان نے سوات میں حکومت کے ساتھ معاہدے کے تحت نظامِ عدل قائم کیا ہے، مخالفین و موافقین میں یہ بحث زور پکڑ گئی ہے۔ موافقین میں کم اور مخالفین میں زیادہ۔ جو لوگ شریعت کے حامی ہیں اور کون مسلمان ہوگا جو شریعت کا حامی نہ ہو، وہ اس موضوع پر اس لیے نہیں بولتے کہ خلافتِ عثمانیہ کے سقوط (1924ء) کے بعد سے آج ایک صدی ہونے کو آئی ہے کہ دنیا سے اسلامی نظام کا حاکمانہ خاکہ مٹ گیا ہے۔ اس مبارک نظام کی باقیات بھی مٹادی گئی ہیں۔ دنیا بھر کے شیطانی نظام مسلط کرنے والی قوتوں کو پسند نہ تھا کہ رحمانی نظام اپنی کسی بھی شکل میں روئے ارض پر باقی رہے لہٰذا انہوں نے کوشش کی کہ ترکی سے خلافتِ عثمانیہ کے سقوط کے بعد خلافت یا امارت کا شرعی نظام کہیں اور بھی قائم نہ کیا جاسکے۔ آخری عثمانی خلیفہ حجاز میں پناہ لینا چاہتے تھے۔ اگر وہ حرمین شریفین تک پہنچ جاتے تو احیائے خلافت کا امکان کسی قدر باقی رہ جاتا تھا۔ لہٰذا پوری کوشش کی گئی کہ حرمین کے "خدام اور محافظین" انہیں اپنے ہاں نہ آنے دیں اور اس طرح دنیا کی نظروں سے اس نظامِ عدل کا خاکہ بھی مٹ جائے جو انسانی حقوق کا محافظ اور انسانیت کی فلاح و نجات کا ضامن ہے۔ لہٰذا جو لوگ دل سے شریعت کے حامی ہیں وہ بھی اس حوالے سے تذبذب اور ابہام کا شکار رہتے ہیں کہ نظامِ شریعت کا عملی مصداق کیا ہوگا؟ اور شرعی نظام کی خاکہ گری کیونکر ہوگی؟ مثالی اسلامی ریاست کا ماڈل کس طرح کا ہوگا؟

جو لوگ مخالف ہیں البتہ ان کو نظر آرہا ہے کہ استنبول میں ڈوبا سورج کہیں خراسان سے نہ نکل آئے۔ اہل ایمان کے صورتِ خورشید جینے کی ایک اور مثال قائم نہ ہوجائے۔ لہٰذا گز گز بھر کی زبانیں لٹک آئی ہیں۔ ہزلیات اور ہذیانات کا طومار باندھا جارہا ہے۔ فرضی چیزوں کو حقیقی بنایا اور حقیقت کو سات

مفتی ابولبابہ شاہ منصور

پردوں کے پیچھے چھپایا جارہا ہے۔

بندہ کے پاس آج سے پندرہ بیس سال قبل ایک دوست بطور مہمان آکر ٹھہرے۔ انہوں نے تعلیمی سلسلہ جاری رکھنے کے لیے "مائیگریشن سرٹیفکیٹ" بنانا تھا۔ بندہ ان کے ساتھ کراچی انٹرمیڈیٹ بورڈ چلا گیا۔ جس کمرے میں ہماری مطلوبہ کارروائی ہونی تھی، ہم اس کے باہر دھری بنچوں پر بیٹھے اپنی باری کا انتظار کررہے تھے۔ اس طرح کی "انتظاری بیٹھکوں" میں عموماً سنجیدہ گفتگو نہیں ہوتی مگر اس دن باتوں کا رخ اچانک اسلامی نظام کی طرف پھر گیا۔ اس کا سبب جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے یہ ہوا کہ ہم انتظار کی شدید کوفت برداشت کررہے تھے۔ سرد مہری اور اجنبیت سے بھرپور ناگوار رویے جھیل رہے تھے۔ جبکہ کچھ "آنے جانے" والوں کا کام بہت سہولت سے ہورہا تھا۔ اس اجنبیت اور عدم توجہ کے ماحول میں ہر پاکستانی فطری طور پر اس دن کو یاد کرتا ہے جب اُس نے اس جذبے کے تحت پاکستان بنانے کے لیے قربانیاں دی تھیں کہ یہاں انصاف ہوگا۔ مساوات ہوگی۔ ہر حق دار کو اس کا حق ملے گا۔ طبقاتی استحصال کرنے والے محبِ وطن قوتوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیں گے۔

ہم نے بھی فطری طور پر ان نعروں کو یاد کیا جو ہمارے آبا و اجداد نے تحریکِ پاکستان کے لیے قربانیاں دیتے وقت لگائے تھے۔ پھر اپنی اس حالت زار کو دیکھا جو آہنی بنچوں پر پہلو بدلتے بدلتے کافی پتلی ہوچکی تھی۔ چونکہ مزاج شکوے شکایات کا نہ تھا اس لیے باتوں کا رخ اس طرف مڑ گیا کہ اگر بالفرض پاکستان بنتے ہی یہاں شریعت ہوتی تو اس کی کیا صورت ہوتی؟ اور بالفرض آج اگر شرعی نظام کم از کم اس تعلیمی ادارے میں ہو تو کیسے ہو؟ میرے دوست کا کہنا تھا:

"شاہ صاحب! بہت مشکل ہے آج کے دور میں شریعت کا عملی نفاذ۔ آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔ تعلیمی اداروں میں ایسی گھمبیر صورت حال ہے کہ صبح سے آپ رولر چلتا دیکھ رہے ہیں۔ یہاں بیٹھے بیٹھے ابکائی آرہی ہے۔"

بندہ نے عرض کیا: "انفرادی اور اجتماعی زندگی میں شریعت کا مفہوم و مصداق کیا ہے؟ یہ سمجھ لیا جائے تو کسی قسم کا ابہام یا تشویش باقی نہیں رہتی۔"

"مثلاً: آپ بتایئے کہ اس ادارے میں نفاذِ شریعت کس طرح ہوسکتی ہے؟" میرے دوست براہِ راست سوال کرگئے۔

"بہت آسان ہے بہت آسان! شریعت چونکہ

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.INFO

فطرت کی تکمیل اور ترجمانی کرتی ہے اس لیے تمام فطری چیزوں کی طرح اس کا اپنانا بہت ہی آسان ہے۔"

"شاہ صاحب! آپ رجائیت پسند ہیں۔"

"ویسے تو شریعت کے حوالے سے رجائیت پسند ہونا بھی کوئی بری بات نہیں، لیکن میں بالکل سادہ اور فطری بات کہتا ہوں۔ اس ادارے میں شریعت کی حکمرانی کا مطلب بہت آسان ہے۔ شریعت ہر انسان سے اس کی استطاعت کے مطابق معاشرے میں صالح کردار چاہتی ہے لہٰذا اس ادارے کی حدود میں "شرعی قانون" یہ ہوگا کہ ہر شخص صبح وقت پر ڈیوٹی پر پہنچے۔ دن بھر اپنا کام دیانت داری اور لگن سے کرے۔ ظلم کرے نہ ہی ظلم ہونے دے۔ میرٹ اور انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ آنے والوں کو مناسب سہولتیں اور بروقت راہنمائی فراہم کی جائے۔ عوام جب دیکھیں گے کہ "اسلامی ریاست" کا سرکاری عملہ محنت اور دیانت سے کام کر رہا ہے تو انہیں جو انتظار کی کوفت یا اصولوں پر عمل کے دوران جس سختی سے گزرنا ہوگا، وہ اسے نفسی خوشی برداشت کریں گے۔ سرکاری عملہ عوام کے لیے اور عوام سرکاری ملازمین کے لیے اچھے جذبات لے کر آئیں گے اور دعائیں دیتے رخصت ہوں گے۔"

اس دن کی گفتگو میرے دوست کی اس خوشگوار حیرت پر ختم ہوگئی۔ "شریعت اتنی آسان ہے۔ ہمیں تو کبھی خیال بھی نہ آیا تھا۔" ممکن ہے کچھ قارئین کو یہ سہل پسندی لگے لیکن میں آپ کو اس کی ایک اور مثال دیتا ہوں۔ عام پولیس والوں سے ہر پاکستانی شاکی رہتا ہے لیکن موٹر وے والوں کی نہ صرف عزت کرتا ہے بلکہ بھاری جرمانہ بھی بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ بھرتا ہے۔ کیوں؟ خود مجھے جب موٹر وے والوں نے رسید دکھائی کہ ابھی پچھلا جرمانہ فلاں ایم این اے کا ہوا ہے اور بندہ نے اپنی آنکھوں سے یہ رسید دیکھی تو اپنے ساتھی کو کسی طرح کی حیل وحجت کے بغیر حکم دیا کہ جرمانے کی رقم بھرو۔ پھر ہم پولیس آفیسر سے گرم جوش مصافحہ کرکے دیانت پر اسی طرح قائم رہنے کی تاکید کرکے خوش خوش رخصت ہوگئے۔

تو جناب شریعت کا نفاذ بہت آسان ہے۔ دو لفظوں میں آپ پورے ریاستی نظام کی "اسلامائزیشن" کرسکتے ہیں۔ وہ دو لفظ ہیں: ایمان داری اور انصاف۔ عوام میں سے ہر شخص اپنا کام ایمان داری سے کرے اور حکومت کا ہر شعبہ عوام کو پورے خلوص کے ساتھ انصاف فراہم کرے۔ اتنی سی بات ہے۔ جس کے لیے ہم ساٹھ سال سے خوار ہو رہے ہیں اور بات بن کے نہیں دے رہی۔ ہمارے حکمرانوں نے عوام کو بے ایمانی سکھائی۔ ایمان داری کی تحقیر اور بے ایمان کی توقیر کی، لہٰذا ہم من حیث القوم بدعنوان ہوگئے۔ پھر جب ہم بے ایمان ہوگئے تو ہم نے بھی ظالم حکمران منتخب کیے کیونکہ وہی ہماری بے ایمانی کی لت پوری کرواسکتے تھے۔ انہوں نے منتخب ہوکر جی بھر کے ظلم کیا اور ظلم کرنا سکھایا۔ اس طرح بے ایمانی کی چکی اور ظلم کا رہٹ چل رہا ہے۔

شرعی نظام کی خصوصیت یہ ہے کہ اس پر عمل کرنے سے سب سے پہلے معاشرے کے دو اہم مسائل حل ہوتے ہیں: روزگار اور امن۔ ایمان داری سے "رزق" ملتا ہے اور انصاف سے "امن" قائم ہوتا ہے۔ یہ خدا کا آفاقی وعدہ ہے۔ یہ خدا کا تکوینی قانون ہے۔ جہاں کے عوام میں دیانت ہوگی، وہاں روزی روزگار وافر ہوگا۔ جہاں کے حکمران انصاف کریں گے، وہاں امن وامان عام ہوگا۔ اس میں مسلم وغیر مسلم کی تفریق نہیں۔ اس میں خدا کے تکوینی وغیر تکوینی قانون کا فرق ہے۔ یہ تشریعی وغیر تشریعی نظام کا لازمی نتیجہ ہے۔ غیر مسلم بھی شریعت کے اس حصے کو اپنائے گا تو ترقی یافتہ اور پُرامن ہوگا۔ مسلم بھی اگر بے ایمان اور بے انصاف ہوں گے تو پسماندہ اور بدحال ہوں گے۔

لوگ کہتے ہیں شریعت مشکل ہے۔ خدا کی قسم! وہ شریعت کا مفہوم نہیں سمجھتے۔ انہیں بدقسمتی سے ہم جیسے مہربان ملتے ہیں جو شریعت کی آسان تعبیر اور درست ترجمانی نہیں کرسکتے۔ سیدھی سی بات ہے۔ آپ عوام سے کہہ دیں: آج سے تمہیں دو روپے کی روٹی اور دس روپے کی دوائی کی پرچی ملے گی۔ تم کل سے ایمان داری کی قسم کھا کر نیا دن شروع کرو۔ اسی طرح آپ سرکاری عملے سے کہہ دیں کہ کانسٹیبل کی تنخواہ پندرہ ہزار روپے ہے۔ کل سے جس نے رشوت لی اسے اس کے دفتر کے سامنے چوک میں کھڑا کردیا جائے گا کہ اللہ سے معافی مانگے اور اس کے بندوں کا پیسہ واپس کرے ورنہ یہیں کھڑا دھوپ تاپتا رہے۔ بس اتنی سی تو بات ہے۔ یہی تو شریعت کا خلاصہ ہے۔ عوام کی طرف سے معاملات کی درستی اور حکمرانوں کی طرف سے فرائض کی ادائیگی۔ جملوں میں بات سدھر سکتی ہے۔ دو لفظی قانون سے اسلام آسکتا ہے۔ دو منٹ میں غیر شرعی نظام پر دو حرف بھیجے جاسکتے ہیں۔ مشکل یہ ہے کہ خلافت عثمانیہ کا ماڈل ٹوٹنے کے بعد ہم پر ایسا طبقہ مسلط ہوگیا ہے جو نہ شریعت چاہتا ہے اور نہ انسانیت کا قائل ہے۔ وہ نہ اسلام چاہتا ہے نہ پاکستان۔ دیانت چاہتا ہے نہ انصاف۔ وہ خود خواہشات کا غلام ہے لیکن ہم پر بادشاہ بن گیا ہے۔ اسے مذہب اور وطن سے کوئی سروکار نہیں اس لیے نہ وہ مذہب کو باقی چھوڑنا چاہتا ہے نہ وہ ہمارے وطن سے مخلص ہے۔ طالبان کسی فرقے کا نام نہیں، وہ ان مذہب پسند اور محب وطن لوگوں کا نام ہے جو پاکستان کی طبقاتی تفریق سے تنگ آچکے ہیں۔ وہ قیام پاکستان کے مقاصد کی تکمیل کے لیے ایمان داری اور انصاف چاہتے ہیں۔ ایک امریکی اخبار کے حوالے سے روزنامہ جنگ، مورخہ 18 اپریل 2009ء میں شائع ہونے والی رپورٹ پڑھیے:

"پاکستان کے سرکاری حکام اور مبصرین کا کہنا ہے ملک میں گہرائی تک اثر و رسوخ حاصل کرنے کے

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.INFO

لیے طالبان طبقاتی نظام کا استحصال کر رہے ہیں اور امیر زمینداروں اور بے زمین ہاریوں میں پائی جانے والی خلیج سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اسی حکمت عملی نے سوات میں طالبان کے لیے حکمرانی کی راہ ہموار کی جہاں حکومت نے رواں ہفتے شرعی قوانین نافذ کیے۔ سرکاری عہدیداروں اور مبصرین کا کہنا ہے کہ 1947ء میں آزادی کے حصول کے بعد بھارت کے برعکس پاکستان میں بالائی طبقے نے ملک کے وسیع ذخائر کا کنٹرول سنبھال لیا جبکہ مزدور طبقہ ان کی خواہشات کا غلام ہوگیا۔ یکے بعد دیگرے آنے والی حکومتیں زرعی اصلاحات کے ساتھ تعلیم اور صحت کے شعبوں میں بھی بہتری لانے میں ناکام ہوگئیں۔ دیہی علاقوں میں رہنے والے غریب طبقے کے لیے ترقی کے راستے بالکل نہیں ہیں۔ پاکستانی نژاد امریکی وکیل اور امریکی صدر بارک اوباما کے تعلیمی دنوں کے ساتھی محبوب محمود نے کہا ہے پاکستان کے عوام ذہنی طور پر انقلاب کے لیے تیار ہوچکے ہیں۔ مختلف طبقات کے درمیان خلیج جو پاکستان میں گہرائی تک پھیلی ہوئی ہے، کا فائدہ طالبان اٹھا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ طالبان موسیقی اور اسکولوں پر محض پابندیاں عائد کرنے سے بھی زیادہ کا ارادہ ظاہر کر رہے ہیں۔ وہ اسلامی قوانین، موثر حکومت اور معاشی وسائل کی از سر نو تقسیم کا وعدہ بھی کر رہے ہیں۔"

اگرچہ اس رپورٹ کے دیگر حصوں میں طالبان تحریک پر منفی تبصرے کیے گئے ہیں لیکن غور کیا جائے تو اس سے جہاں طالبان تحریک کے وجود میں آنے کے اسباب اور اس کی کامیابی کی وجوہات کی نشاندہی ہوتی ہے، وہیں اس سے طالبان کے لیے اپنی کامیابی کو برقرار رکھنے کا لائحہ عمل بھی سامنے آجاتا ہے۔ موقع سے استفادہ کرتے ہوئے ہم طالبان کی خدمت میں تین گزارشات پیش کرنا چاہیں گے:

(1) پہلی بات یہ ہے کہ طالبان اپنی ترجمانی کے معیار کو بہتر بنائیں۔ مثلاً: دیکھیے طالبان نے جن چیزوں کے خلاف آواز اٹھائی، وہ چیزیں بذات خود پاکستان کے قانون کی رو سے غلط تھیں۔ ان کے خلاف آواز اٹھانا پاکستان کی آئین کی تکمیل ہے نہ کہ خلاف ورزی۔ بعض چیزیں اقوام متحدہ کے چارٹر سے بھی مطابقت رکھتی ہیں۔ مثلاً: آپ کسی کی مرضی کے خلاف اس پر کوئی نیا نظام نہیں ٹھونس سکتے۔ کسی سے وعدہ کرکے نہیں مکر سکتے۔ قبائلی عوام شریعت کے خلاف کسی نظام کو نہیں مانتے۔ ان پر یہ نظام کیوں مسلط ہے؟ ان سے انگریز کے زمانے سے وعدہ کیا گیا تھا کہ 1994ء کے بعد وہ اپنی مرضی سے یہاں کا نظام بنائیں گے۔ 1994ء میں جب انہوں نے اس وعدے کی تکمیل چاہی تو وہ شاہراہ خون میں نہلا دی گئی جہاں اس وعدے کی تکمیل کے لیے چند نوجوان مظاہرہ کر رہے تھے۔ بندہ نے سرحد کے ایک سفر کے دوران بونیر کے قریب ایک سڑک کے کنارے وہ جگہ خود دیکھی جہاں شریعت چاہنے والوں کو شہید کیا گیا تھا۔ فحاشی فروشی، نوجوان نسل کو صحت مند سرگرمیوں سے ہٹ کر فحاشی کی لت لگانا، رشوت خوری، چور بازاری...... سب کچھ پاکستان کے قانون کے خلاف ہے۔ پاکستان کا ہر شہری اپنے اس ملکی قانون کا نفاذ چاہتا ہے۔ طالبان اسی خواہش کو عملی شکل دے رہے ہیں......لیکن شہری عوام میں ان کی حمایت کیوں نہیں؟ مناسب تعبیر اور جاندار ترجمانی نہ ہونے کی وجہ سے۔ صحافت اور سفارت کے میدان کی باریکیاں سامنے نہ ہونے کی وجہ سے۔ طالبان جب کوئی کام کریں تو اس کے اظہار کے لیے کچھ ایسے سفارتی الفاظ منتخب کریں جو آئین پاکستان کے تحت ان کی سرگرمیوں کی تشریح کرسکیں۔ انہیں ایسے فرد یا ادارے کی ضرورت ہے جو ان کے مطالبے کی حقیقت اور حقانیت آئین کی رو سے منوا سکے۔ صحافیوں کے سامنے اپنا موقف اس انداز میں پیش کرے کہ پاکستان کا ہر انصاف پسند شہری اسے اپنے دل کی آواز سمجھے۔

شریعت کی آسان تشریح کی ایک مثال اوپر دی جاچکی ہے۔ ایک اور مثال دیتا ہوں۔ جب فحاشی پر پابندی لگائی گئی تو ضروری تھا کہ نکاح کا نظام مسنون بنیادوں پر جاری کیا جائے۔ شریعت جب کسی چیز سے منع کرتی ہے تو اس کا متبادل بھی پیش کرتی ہے۔ پختون معاشرے میں شادی کے حوالے سے بہت سی ایسی رسومات ہیں جو شادی کو مشکل ترین بنادیتی ہیں۔ طالبان نے فحش سی ڈیز، موسیقی اور بے پردگی وغیرہ پر پابندی لگائی تو ساتھ میں نکاح مسنون کی عوام کو ترغیب دی۔ مسنون نکاح وہ ہے جو آسان ہو اور کم خرچ ہو۔ اس میں نہ فضول رسومات ہوں اور نہ بھاری بھرکم خرچ۔ اس کے لیے انہوں نے "شعبۂ عروسات" قائم کیا۔ جو شخص کہیں رشتہ بھیج چکا ہے یا بھیجنا چاہتا ہے اور اس سے رسومات پوری کرنے کا مطالبہ کیا جارہا ہے، اسے چاہیے کہ وہ اس کی اطلاع اس شعبے کو دے۔ طالبان اس کی شکایت دور کرکے نکاح کو ایسے آسان بنائیں گے جیسے وزیراعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف نے شادیوں میں ون ڈش کی شرط لگا کر غریب والدین کے خرچے کم کروائے۔ میاں صاحب کی تعریف تمام پاکستان نے کی لیکن طالبان کی بات کو اخبارات نے اس انداز میں لیا کہ طالبان کی سوچ میں تضاد ہے۔ کل وہ پسند کی شادیوں پر سزا دے رہے تھے اور آج وہ پسند کی شادیوں کو رواج دے رہے ہیں۔ دیکھا آپ نے بات کیا تھی اور کہاں پہنچادی گئی؟ اس لیے سب سے پہلی اور فوری ضرورت میڈیا سے براہ راست رابطے اور اپنے عوامی وفلاحی خدمات کی صحیح تعبیر اور اپنے موقف کی درست تفہیم کا ہے۔ آدھی سے زیادہ مشکلات اور نصف سے زیادہ اعتراضات خود بخود ختم ہوجائیں گے۔

(2) دوسری بات یہ ہے کہ شریعت کا خلاصہ نکالا

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.INFO

جائے تو وہ تین عنوانات میں سٹ جاتا ہے:
(1)عبادات۔ (2)معاملات۔ (3)عقوبات……
عبادات کا مطلب ہے حقوق اللہ کہ انسان اللہ کا حق صحیح صحیح ادا کرے۔ معاملات کا مطلب ہے حقوق العباد یعنی بندوں کا حق ٹھیک ٹھیک پورا کیا جائے۔ عقوبات کا مطلب ہے سزا، یعنی جو کئی شخص ان دو قسم کے حقوق کی ادائی میں کوتاہی کرے اور سمجھانے سے بھی نہ مانے تو اس کو آخری چارہ کار کے طور پر ناگزیر سزا دی جائے۔ عقوبات یعنی سزائیں شریعت کا مقصود نہیں۔ ان کو تو کم از کم جاری کرنے اور ستر پوشی پر زور دیا گیا ہے۔ مقصد تو اللہ اور اس کے بندوں کا حق ادا کرنا ہے۔ یہی شریعت کا مقصد اصلی ہے۔ سزا تو درجہ ضرورت میں ہے۔ جب بات یوں ہی ہے تو پھر شرعی نظام کی علامت سزاؤں کا نفاذ نہ ہونا چاہیے بلکہ اس کی علامت عبادات کے لیے دی گئی ترغیبات اور سہولتوں کی تشہیر ہونی چاہیے۔ عوام کے حقوق کی ادائیگی کا زوردار تذکرہ اور تذکرے سے زیادہ بھرپور عمل ہونا چاہیے۔ جب عوام کے سامنے اسلام کا فلاحی پہلو آئے گا۔ انہیں اپنے مسائل حل ہوتے نظر آئیں گے۔ بدعنوانی اور ناانصافی کا خاتمہ ہوگا۔ ہر حق دار کو اس کا حق ملے گا تو وہ خود بخود اس نامراد شخص کو سزا دینے کا مطالبہ کریں گے جو اس بابرکت نظام کی خلاف ورزی کر کے ان کے لیے مسائل پیدا کر رہا ہے۔

آج کل عوام کے ذہن کچھ یوں بن گئے ہیں کہ شرعی نظام کا نام سنتے ہی حدود کا تصور ذہن میں آجاتا ہے۔ حدود تو آخری، تیسرے اور ناگزیر مرحلے میں ہیں۔ شریعت کی تعبیر تو حقوق اللہ و حقوق العباد کے قیام سے ہونی چاہیے۔ شریعت کا لفظ سن کر اللہ سے محبت اور بندوں کی خدمت کا تصور آنا چاہیے۔ مغرب زدہ میڈیا نے نہایت عیاری سے شریعت مطہرہ کو بہت سخت اور مشکل…… اور اپنے انسانیت کش نظام کو بہت آسان اور پسندیدہ بنادیا ہے۔ اس کے توڑ کی فوری ضرورت ہے۔ وہ اسی صورت ممکن ہے جب طالبان کا تعارف عوام کے خادم کی حیثیت سے ہو۔ فلاح عامہ کے سرگرم کارکن کی حیثیت سے ہو۔ اسلام انسان کو جو کچھ دیتا ہے۔ رزق، امن، خوشحالی، تمام انسانی حقوق…… اس کو پہلے سامنے لایا جائے اور پھر اسلام بدرجہ مجبوری جو سزا انسان کو دیتا ہے وہ طالبان کی ترجیحات کے بالکل آخر میں ہو۔ یہ تمام سزائیں برحق ہیں اور ان کے بغیر کسی انسانی معاشرے سے جرائم ختم نہیں ہو سکتے لیکن یہ بات دنیا کو سمجھانے سے پہلے یہ بتانا چاہیے کہ اسلام نے انسان کو فلاح و خوشحالی کی جو جو صورت دی ہے، وہ دنیا کا کوئی نظام نہیں دے سکتا۔ حزب اللہ کی نہیں تو حماس کی مثال سامنے رکھنی چاہیے۔

تیسرا مسئلہ تربیت یافتہ نفری کا ہے۔ عوام کے سامنے تو وہی افراد اور ان کی کارکردگی ہوتی ہے جو کسی چیز کی تنفیذ کے وقت ان کے ساتھ بات چیت کرتے، کچھ کہتے سنتے یا حکم دیتے اور منع کرتے ہیں۔ ان کا تربیت یافتہ، مہذب، با اخلاق اور مختلف شعبہ ہائے زندگی کو سمجھنے والا ہونا ضروری ہے۔ ایسی نفری فوری طور پر کہاں سے آئے گی؟ اس کا حل ہمیں انگریز کے طرز سیاست کا مطالعہ کرنے سے ملتا ہے۔ خوبی کی چیز جہاں ملے، مومن کا گمشدہ سرمایہ ہے۔ انگریز نے اپنے ایک اصول کی بنا پر قلیل تعداد میں ہوتے ہوئے بھی برصغیر میں بڑی کامیاب حکومت کی۔ وہ کرتا یہ تھا کہ صوبے میں ایک اپنا گورنر، ایک آئی جی اور ایک کمشنر رکھتا تھا۔ بس یہی دو تین افراد۔ بسا اوقات ڈپٹی کمشنر تک دیسی ہوتے تھے۔ نظام وہ دیتا تھا، قانون اس کا ہوتا تھا اور اس پر آگے عمل کروانے کے پابند علاقے کے نواب، وڈیرے، خان بہادر، ٹوڈی صاحبان اور مقامی آبادی سے لیے گئے افراد ہوتے تھے جو یہاں کے مزاج کو جانتے اور مقامی عوام سے نمٹنے کا تجربہ رکھتے تھے۔ میں انگریز کی اس چیز کو مثال نہیں بنا رہا، مطلقاً عقل و حکمت کی بات کر رہا ہوں۔ انگریز سارے سردرد سے فارغ ہو کر ملکہ برطانیہ کا تاج بڑی خوبی سے سربلند رکھتا تھا۔ طالبان کو تنفیذ احکام کا عمل خود کرنے کی بجائے متعلقہ محکمے اور اس کے عملے سے کروانا چاہیے۔ نفری کی کمی کا مسئلہ بھی حل ہوجائے گا اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے جو کوتاہیاں ہوجاتی ہیں، ان کی شکایت بھی کوئی نہ کرے گا۔

کچھ لوگ یہی مشورہ اس انداز میں دیں گے:
"طالبان کو قانون ہاتھ میں نہ لینا چاہیے۔" بندہ اس بات کو یوں کہے گا کہ طالبان قانون اپنے ہاتھ میں رکھیں، اس کی تنفیذ اپنے ہاتھ میں نہ لیں۔ اس کے لیے متعلقہ محکمے اور عملے سے کام لیں۔ انگریز ٹارگٹ دیتا تھا۔ نظام وضع کرتا تھا۔ اس پر عمل کروانے کی ذمہ داری مقامی افراد کو سونپ دیتا تھا۔ اگر وہ غلطی کرتے تو رسوائی انہی کی ہوتی تھی۔ کارکردگی دکھاتے تو واہ واہ انگریز اور اس کے نظام کی ہوتی تھی۔ طالبان کے محتسب کو سڑک پر نہ آنا چاہیے۔ سڑک پر صرف ان کا نرم مزاج مبلغ یا پھر خادم مزاج کارکن دکھائی دینا چاہیے۔ اسلام میں حاکم وہ ہے جو قوم کا خادم ہو۔ عوامی خدمت، فلاحی خدمت، رفاہی خدمت، مریض کو ہسپتال پہنچانا، بوڑھے کو سڑک پار کرانا، دیہاتوں میں مسجدیں اور سڑکیں بنانا۔ طالبان کارکن یہ کام کرتے عالمی منظرنامے پر دکھائی دیں۔ کلاشن اور کوڑے کے ساتھ ان کی مسلسل تصویروں کا چھپنا، ان کی فلاحی خدمات کو دنیا سے چھپا رہا ہے۔ کام وہ کرنا چاہیے جس میں نفع ہو اور ضرر نہ ہو۔ سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ طالبان کی لاٹھی تو ویسے بھی بہت قیمتی ہے اور ان کا دشمن ویسے بھی سانپ سے زیادہ زہریلا ہے۔ انہیں تو اس اصول کی پاسداری نہایت اہتمام اور احتیاط سے کرنی چاہیے۔ وما علینا الا البلاغ ☆

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.INFO

اخروی زندگی کے لئے فائدہ مند کام

[illegible] کے اجتماع سے خطاب کا خلاصہ

بعد حمد والصلوٰۃ! زندگی میں پہلی بار ہانگ کانگ میں حاضری کا موقع ملا ہے، ہانگ کانگ کی مساجد کے بورڈ آف ٹرسٹیز کا شکر گزار ہوں جس کی دعوت پر یہ حاضری ہوئی ہے اور مولانا قاری محمد طیب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنے اس مرکز میں آپ حضرات کے ساتھ ملاقات اور گفتگو کا اعزاز بخشا ہے، اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر سے نوازیں، ہمارا مل بیٹھنا قبول فرمائیں، کچھ مقصد کی باتیں کہنے سننے کی توفیق دیں اور دین کی جو بات علم اور سمجھ میں آئے اس پر عمل کی توفیق بھی عطا فرمائیں، آمین یارب العالمین۔

میں ابھی جب اس مسجد کے ہال میں داخل ہوا تو آپ کے خطیب مولانا قاری محمد طیب صاحب جو میرے پرانے دوستوں اور ساتھیوں میں سے ہیں، آپ سے خطاب کررہے تھے اور دینی مدارس کے حوالہ سے گفتگو فرما رہے تھے، میرا جی چاہتا ہے کہ میں بھی اسی موضوع پر آپ سے گفتگو کروں، اس لئے کہ یہ آج کی دنیا کا ایک بڑا موضوع ہے جس پر ہر سطح پر گفتگو ہورہی ہے اور دینی مدرسہ کے کردار کے بارے میں دنیا بھر میں سوالات اٹھائے جارہے ہیں کہ تعلیم کے اجتماعی دھارے سے ہٹ کر اس مدرسہ کی ضرورت کیا ہے؟ سوسائٹی میں اس کا کردار کیا ہے؟ اور ہماری عملی زندگی کے ساتھ اس کا تعلق کیا ہے؟

یہ آج کی دنیا کا ایک اہم سوال ہے کہ دینی مدرسہ کی تعلیم کا ہماری پریکٹیکل لائف کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ میں اس سلسلہ میں سب سے پہلے اس بات پر غور کی دعوت دینا چاہوں گا کہ ”لائف“ کیا ہے؟ اور ہمارے ذہنوں میں ”زندگی کا تصور کیا ہے؟ کیا زندگی اور لائف دنیا میں پیدا ہوجانے سے لے کر مرجانے تک کا نام ہے؟ کیا یہ پچاس ساٹھ یا ستر برس کی زندگی ہی صرف زندگی ہے یا اس سے آگے پیچھے کسی اور زندگی کا وجود بھی ہے؟ اگر تو زندگی صرف اتنے پریڈ کا نام ہے جب کہ آج کی بہت سی اقوام یا افراد کا خیال ہے تو ان کا یہ سوال کسی حد تک درست ہے لیکن ہمارا یقین اور عقیدہ کے مطابق تو زندگی کا اصل اور بڑا مرحلہ اس سے آگے کا ہے، ہمارے

حضرت مولانا زاہد الراشدی

نزدیک موت فنا ہونے کا نام نہیں بلکہ ایک جہاں سے دوسرے جہاں کی طرف منتقل ہوجانے کا نام ہے اور دنیا کا باڈر کراس کرکے آخرت کے دور میں داخل ہونے کا نام ہے، اسی لئے ہم مرنے والے کے لئے یہ نہیں کہتے کہ وہ ختم ہوگئے ہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ وہ انتقال فرماگئے ہیں یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوگئے ہیں اور عارضی زندگی سے مستقل زندگی کی طرف رحلت کرگئے ہیں۔

دنیا میں بہت سے لوگوں نے اسی دنیا کی زندگی کو اصل زندگی سمجھ رکھا ہے اور اپنی تمام تر سرگرمیوں کو اسی کے دائرے میں محصور کرلیا ہے لیکن ہمارے عقیدہ میں یہ زندگی عارضی ہے، ناپائیدار ہے اور اصل زندگی وہ ہے جو مرنے کے بعد شروع ہوگی، اس کا ایک مرحلہ قبر کی زندگی کا ہے، برزخ کی زندگی کا ہے جو نہ جانے سینکڑوں سال کا ہے یا ہزاروں سال کا ہے اور تیسرا پریڈ اس سے آگے کا ہے جو ان لمیٹڈ ہے، غیر محدود ہے، ادھر گئے تو خالدین فیہا اور ادھر گئے تب بھی خالدین فیہا۔

دنیا کی زندگی کیا ہے یہی چالیس، پچاس، ساٹھ ستر اور اسی برس ہیں، اس کے بعد کوئی نوے تک پہنچ بھی گیا تو اس کی زندگی کیا زندگی ہے اور اس زندگی کے بارے میں قرآن کریم نے کیا خوبصورت تبصرہ کیا ہے اور اس کے مختلف مراحل کا کیا عجیب تجزیہ کیا ہے۔

قرآن کریم کہتا ہے کہ دنیا کی اس زندگی کے پانچ مراحل ہیں وہ بھی اس کے لئے جسے طبعی زندگی کے پچاس ساٹھ سال مل جائیں، پہلا مرحلہ لعب کا ہے یعنی بچپن کا دور ہے جو کھلونوں کا دور ہے، دوسرا مرحلہ لہو کا ہے یعنی کھیل تماشا یا لڑکپن کا دور ہے، جس میں سب سے بڑا شوق گھومنے پھرنے اور کھیل تماشے دیکھنے کا ہوتا ہے، تیسرا مرحلہ زینت کا ہے یعنی بننے سنورنے کا دور اور جوانی کا دور جو میک اپ کا دور ہے، بیوٹی پارلر کا دور ہے اور کنگھی شیشے کا دور ہے، چوتھا مرحلہ تفاخر بینکم کا ہے یعنی زندگی کے باہمی مقابلہ کا دور، بھرپور جوانی کا دور اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا دور جس میں ریس ہی زندگی کا سب سے بڑا ہدف ہوتا ہے، زندگی کے وسائل حاصل کرنے، قوت حاصل کرنے، دولت میں اضافہ کرنے اور ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی فکر ہوتی ہے جبکہ زندگی کا پانچواں اور آخری دور قرآن کریم نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ”وتکاثر بینکم فی الاموال والاولاد“ ریس میں تھک جانے اور ریٹائر ہوجانے

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.INFO

کے بعد اپنی کمائی کو شمار کرنے کا دور جس میں انسان اپنی اولاد اور اموال کو گن گن کر اور ایک دوسرے پر کثرت جتا کر خوش ہوتا رہتا ہے، بس یہی زندگی ہے اسی کا نام دنیا ہے اور قرآن کریم اسے دھوکے کا سامان کہہ کر ہم سے یہ فرماتا ہے کہ اصل زندگی آگے کی ہے اور عقلمند انسان وہی ہے جو اس دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی کی بہتری کے لئے استعمال کرے۔

دوسرا سوال جس کی طرف میں توجہ دلانا چاہوں گا یہ ہے کہ اس دنیا کی زندگی کا اس آخرت کی زندگی کے ساتھ تناسب کیا ہے؟ دنیا کی زندگی اگر کسی کی لمبی بھی ہوگی تو اسی نوے سے آگے کیا بڑھے گی جبکہ قبر کی زندگی ہزاروں یا سینکڑوں سال کی ہو سکتی ہے، حشر کا پریڈ پچاس ہزار سال کا ہے اور اس کے آگے تو اَن لمیٹڈ زندگی ہے غیر محدود زندگی ہے پھر دنیا کی زندگی کے یہ ساٹھ ستر سال ہمیں اس دنیا میں ہی ساٹھ ستر سال نظر آتے ہیں، آخرت کے مقابلہ میں اس کی حیثیت کا اندازہ قرآن کریم کے اس ارشاد کی روشنی میں کرلیں کہ "وان یوما عند ربک کالف سنۃ مما تعدون" اور تیرے رب کا ایک دن ان ایک ہزار سال کی طرح ہے جو تم شمار کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار سال والے ایک دن میں اپنے ساٹھ ستر سال کا حساب کرلو کہ کتنے بنتے ہیں اور ان کا کیا تناسب ٹھہرتا ہے، قرآن کریم نے اسے بھی ایک جگہ بیان فرمایا ہے کہ تمہیں دنیا میں یہ ساٹھ ستر اور اسی سال دکھائی دیتے ہیں لیکن جب آخرت میں جا کر پیچھے مڑ کر دیکھو گے کہ کتنا رہ کر آئے ہو تو خود تمہارا کہنا یہ ہوگا کہ "کانھم یوم یرونھا لم یلبثوا الا عشیۃ او ضحاھا" دنیا میں دن کا پہلا پہر یا پچھلا پہر رہ کر آئے ہیں، اس سے زیادہ اس زندگی کی کوئی حقیقت نہیں ہے، اسی لئے بزرگان دین اور صوفیاء کرامؒ یہ فرماتے ہیں کہ دنیا کی زندگی کے لئے بھی اسباب فراہم کرو اور ضرور کرو لیکن صرف اتنے جتنا یہاں رہنا ہے لیکن جتنا عرصہ قبر میں رہنا ہے، حشر میں رہنا ہے اور اس سے آگے جانا ہے اس کے لئے بھی اسباب فراہم کرو، وسائل تلاش کرو اور اس کی تیاری کرو۔

سیدھی سی بات ہے مجھے کسی شہر میں تین دن رہنا ہے تو اس کے مطابق انتظام کروں گا، ایک سال رہنا ہے تو اس کے لئے تین دن والی تیاری نہیں ہوگی اور اگر کہیں مستقل رہنے کا فیصلہ کرلیا ہے تو اس کے لئے ایک سال والے انتظامات کافی نہیں ہوں گے، ہمارے تبلیغی دوست جماعت کے ساتھ جاتے ہیں، سہ روزہ والوں کی تیاری اور ہوتی ہے، چلہ والوں کا بندوبست اس سے مختلف ہوتا ہے اور سال والوں کا اہتمام اس سے بھی مختلف ہوتا ہے یہ کامن سینس کی بات ہے اور اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔

ان گزارشات کے بعد میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اسکول، کالج اور یونیورسٹی کی تعلیم کی ضرورت سے ہمیں انکار نہیں ہے، ان اداروں میں جو مضامین پڑھائے جاتے ہیں وہ ہماری ضرورت ہیں اور ہم ان کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کرسکتے ہیں، انگلش اور مختلف دیگر زبانیں ہماری ضرورت ہے، لکھنا پڑھنا ہماری ضرورت ہے، حساب اور ریاضی ہماری ضرورت ہے، سائنس اور ٹیکنالوجی ہماری ضرورت ہے، انجینئرنگ اور میڈیکل سائنس ہماری ضرورت ہے، سوشیالوجی اور بیالوجی ہماری ضرورت ہے، ان میں سے کسی مضمون کی ضرورت و اہمیت سے کوئی عقلمند انکار نہیں کرسکتا اور ان علوم و فنون کو حاصل کئے بغیر ہم اپنی زندگی کو صحیح طریقے سے نہیں گزار سکتے لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ یہ سارے علوم و فنون صرف اس دنیا کی زندگی کے لئے ہیں، ان میں سے کوئی علم بھی اگلی زندگی میں ہمارے کام نہیں آئے گا یہ سب کچھ اس وقت تک ہے جب تک سانس چل رہا ہے، سانس بند ہوجانے کے بعد ہمیں نہ سائنس کی ضرورت رہے گی، نہ ٹیکنالوجی کی کوئی اہمیت باقی رہے گی اور نہ ہی انجینئرنگ اور ریاضی ہمارے کام آئے گی وہاں صرف ایمان، نیک اعمال اور قرآن کریم کام آئے گا جس کی تعلیم یہ مدرسہ دیتا ہے۔

ایک چھوٹی سی بات سے اندازہ کرلیجئے، سانس ختم ہونے سے قبل مریض کے گرد ڈاکٹروں کا ہجوم ہوتا ہے، مشینیں لگی ہوتی ہیں اور زندگی بچانے کے لئے ہر ممکن اسباب اختیار کئے جاتے ہیں جو منع نہیں ہیں بلکہ زندگی کے تحفظ کے تمام ممکنہ اسباب و ذرائع اختیار کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے لیکن جونہی سانس ختم ہوا ڈاکٹر صاحبان وہاں سے اٹھ جاتے ہیں، مشینیں ہٹالی جاتی ہیں اور کہہ دیا جاتا ہے کہ ہمارا کام یہیں تک تھا اب ہمارا کام ختم ہوا، اب مولوی صاحب کو بلاؤ کہ ان کا کام اب شروع ہوگیا ہے۔

اس لئے ہم اسکول، کالج اور یونیورسٹی کی تعلیم سے نہیں روکتے بلکہ اسے حاصل کرنے کی تلقین کرتے ہیں لیکن یہ بھی عرض کرتے ہیں کہ آنے والی زندگی کے لئے بھی تیاری کرو جو اصل اور دائمی زندگی ہے اور وہاں قرآن کریم کام آئے گا یا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کام آئے گی، آخرت کی زندگی کی کامیابی کا مدار ایمان اور اعمال صالحہ پر ہے، وہاں اس کے ساتھ سفارش اور شفاعت بھی ہوگی اور قرآن کریم اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سب سے زیادہ مؤثر ہوگی۔

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ قیامت کے دن دو سفارشی سب سے زیادہ

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.INFO

مضبوط ہوں گے جو اصرار اور مان کے ساتھ سفارش کریں گے قرآن کریم کی دوسورتوں کے بارے میں تو فرمایا کہ لوجتان وہ دونوں جھگڑالوسورتیں ہیں اور اپنے پڑھنے والے کے لئے سفارش پر اللہ تعالیٰ سے ضد اور اصرار بھی کریں گی، یہ ایسے ہی سمجھ لیں جیسے دنیا میں بھی کوئی مان والا سفارشی کہہ دیتا ہے کہ اب تو میں آ گیا ہوں کام کر کے ہی جاؤں گا، قرآن کریم کی یہ دو سورتیں بھی بڑے مان کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اصرار کریں گی کہ ہم تو اس شخص کو بخشوا کر ہی جائیں گی، یہ دو سورتیں قرآن کریم کی سب سے لمبی سورتیں ہیں: سورۂ بقرہ اور آل عمران، لیکن جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جھگڑالوسورتیں ہیں جن کا ترجمہ میں نے یہ کیا ہے کہ: مان والی سورتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ سے اپنی سفارش منوا کر ہی جائیں گی جبکہ خود اپنے بارے میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس وقت تک سجدے میں پڑا رہوں گا اور سفارشیں کرتا رہوں گا، جب تک میری امت کا آخری آدمی بھی جہنم سے نجات حاصل کر کے جنت میں نہیں چلا جائے گا۔

اس لئے قبر میں اور حشر کے دن ایمان کی ضرورت ہوگی، اعمال صالحہ کی ضرورت ہوگی اور قرآن کریم اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت وسفارش کی ضرورت ہوگی، ان باتوں کی تعلیم یہ مدرسہ دیتا ہے اور ان کی تیاری صرف اس مدرسہ میں کرائی جاتی ہے، جن افراد کا اور قوموں کا آخرت کی زندگی پر یقین نہیں ہے اور وہ اس دنیا کی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھے بیٹھے ہیں، ان کے نزدیک دینی مدرسہ کی تعلیم کی اہمیت نہیں ہوگی، لیکن جن کا آخرت پر ایمان ہے قبر و حشر پر ایمان ہے اور جنت و دوزخ پر ایمان ہے، وہ دینی مدرسہ کی اس تعلیم کے بغیر نہیں رہ سکتے، ان کے نزدیک اس تعلیم کی ضرورت اسکول و کالج کی تعلیم سے کہیں زیادہ ہے اور وہ اسکول، کالج اور یونیورسٹی کی تعلیم کے ساتھ دینی مدرسہ کی تعلیم کو بھی اپنی پریکٹیکل لائف کا لازمی حصہ سمجھتے ہیں۔

اس کے ساتھ یہ بات عرض کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ دینی مدرسہ کی یہ تعلیم ہماری صرف آخرت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ دنیا کی بھی ضرورت ہے اور دنیا کی زندگی میں بھی ہم ان تعلیمات کو نظر انداز نہیں کر سکتے جو یہ مدرسہ ہمیں فراہم کرتا ہے، ہماری دنیا کی زندگی کی وہ بیسیوں ضروریات ہیں جو دینی مدرسہ کی تعلیم پورا کرتی ہے ان میں سے مثال کے طور پر صرف ایک بات سمجھانے کے لئے ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

ہمارے معاشرے کی ایک عام سی شکایت ہے کہ گھروں میں سکون نہیں رہا، باہمی اعتماد اور بھروسہ کم ہوتا جا رہا ہے، جھگڑے اور تنازعات بڑھ رہے ہیں، رشتوں اور کاروبار میں رکاوٹیں پیدا ہو رہی ہیں اور برکت ختم ہو کر رہ گئی ہے، ہم نے اس کا ایک حل سوچ رکھا ہے کہ کسی نے کچھ کر دیا ہے جادو ہو گیا ہے، کسی نے کالا علم کر دیا ہے اور بندہ باندھ دیا ہے، شریکوں نے کچھ کیا ہے، پڑوسیوں نے کچھ کر دیا ہے، ہم یہ سوچ کر مولوی صاحب کے پاس بھاگتے ہیں کہ مولوی صاحب! یہ دیکھو کہ کس نے کیا ہے اور کیا کر دیا ہے؟ اس کا کچھ علاج کرو، مولوی صاحب غریب کچھ نہ کچھ کرتا ہے، مجھے اس سے انکار نہیں کہ ہمارے گھروں میں یہ شکایات پائی جاتی ہیں اور کرنے والے کرتے بھی ہیں، مجھے اس میں کلام ہے اور میں اس بات کو نہیں مانتا کہ یہ سارا کچھ کسی کے کرنے سے ہو رہا ہے، میرا خیال ہے کہ اصل بات کچھ اور ہے جس کی طرف ہماری توجہ نہیں ہے۔

تھوڑی دیر کے لئے غور فرمائیں کہ ہمارے گھروں میں اگر نماز کا ماحول ہو، قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہو، اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہو، جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جاتا ہو اور نیکی کی باتیں ہوتی ہوں تو اس پر کوئی غیبی مخلوق آتی ہے یا نہیں؟ یقیناً فرشتے آتے ہیں اسی طرح ہمارے گھروں میں آج کل جو کچھ ہو رہا ہے؟ یقیناً اس پر جنات آتے ہیں شیاطین آتے ہیں، اب دیکھیں کہ جو بھی آئے گا وہ اپنے اثرات چھوڑ کر جائے گا، فرشتے آئیں گے تو رحمت و برکت ہوگی، شیاطین آئیں گے تو نحوست اور بے برکتی ہوگی، سوال یہ ہے کہ انہیں کون بھیجتا ہے؟ ظاہر بات ہے کہ میں خود بلاتا ہوں، میں اپنے گھر کا ماحول فرشتوں والا بناؤں گا تو وہ آئیں گے اور جب وہ آئیں گے تو برکتیں اور رحمتیں ساتھ لے کر آئیں گے لیکن اگر میں نے اپنا گھر شیاطین اور جنات کی دلچسپی والا بنا رکھا ہے تو وہی آئیں گے اور اپنے اثرات لے کر آئیں گے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جنات اور شیاطین تو میرے گھر میں آئیں اور اپنے اثرات لے کر نہ آئیں اور پھر واپس جائیں تو اپنے اثرات میرے گھر میں چھوڑ کر نہ جائیں۔

میں ایک چھوٹی سی مثال سے بات سمجھانا چاہوں گا کہ اگر میرا گھر صاف ستھرا ہے، غسل خانہ اور نالیاں صاف ہیں، گھر کے صحن میں پھولوں کی کیاریاں ہیں، اس پر تتلیاں آئیں گی، جگنو آئیں گے، بلبلیں آئیں گی لیکن اگر میرا گھر صاف نہیں ہے، نالیاں گندی ہیں اور غسل خانہ گندا ہے تو ظاہر بات ہے کہ مکھیاں آئیں گی، مچھر آئیں گے اور کاکروچ آئیں گے، سوال یہ ہے کہ یہ کس نے بھیجے ہیں؟ کسی نے نہیں بھیجے بلکہ میں نے خود انہیں بلوایا ہے، اس لئے کہ میں گھر میں تتلیوں اور جگنوؤں کا ماحول بناؤں گا تو وہ آئیں گے اور اگر مکھیوں اور مچھروں والا ماحول رکھوں گا تو وہی آئیں گے، نہ تتلیاں اور جگنو کوئی بھیجتا ہے اور نہ ہی مچھر اور مکھیاں کسی کے بھیجنے سے آتے ہیں، میرا گھر مکھیوں، مچھروں اور کاکروچوں سے بھرا ہوا ہے اور میں گھر کی صفائی کرنے کی بجائے پڑوسیوں کو ستا رہا ہوں

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.INFO

کہ انہوں نے ان سب کو میرے گھر میں دھکیل دیا ہے تو یہ بے وقوفی کی بات ہوگی، مجھے ان سے نجات حاصل کرنے کے لئے گھر کی صفائی کرنا ہوگی اور گندگی کو باہر نکالنا ہوگا بلکہ اسی طرح اگر میں اپنے گھر کو نحوست اور بے برکتی سے پاک کرنا چاہتا ہوں تو مجھے جنات اور شیاطین کے ماحول سے نکلنا ہوگا اور فرشتوں کا ماحول پیدا کرنا ہوگا، اس لئے کہ فرشتوں کا آنا جانا ہوگا تو رحمتیں نازل ہوں گی، برکتوں کا ڈیرہ ہوگا اور بے برکتی اور نحوستوں سے چھٹکارا حاصل ہوگا۔

فرشتوں کا ماحول ہمیں قرآن کریم کی تلاوت سے ملے گا، نماز سے ملے گا، اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ملے گا اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی کثرت سے ملے گا اور یہ باتیں ہمیں یہ دینی مدرسہ سکھاتا ہے اور ان کی تعلیم ہمیں اس مدرسے سے ملتی ہے۔

اس لئے ہمیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ دینی مدرسہ ہماری صرف آخرت کی ضروریات کو پورا نہیں کرتا بلکہ دنیا کی ضروریات بھی پوری کرتا ہے اور اگر ہم دنیا کی اس زندگی میں سکون چاہتے ہیں، اطمینان حاصل کرنا چاہتے ہیں، رحمت و برکت کا نزول چاہتے ہیں اور باہمی اعتماد و محبت کی زندگی کے طلب گار ہیں تو دینی مدارس کے ساتھ تعلق جوڑنا ہوگا، دینی مدارس قائم کرنا ہوں گے، انہیں آباد کرنا ہوگا اور ان کی تعلیمات سے استفادہ کرنا ہوگا، اللہ رب العزت ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔☆

توہین رسالت وصحابہ کے مقدمے میں گواہ کا بیان قلم بند

توہین آمیز پیغام بھیجنے پر پولیس نے ایک قادیانی کو ساہیوال جبکہ ایک عیسائی کو کراچی سے گرفتار کیا

ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج نے مزید گواہوں کو طلب کرلیا

کراچی (عدالتی رپورٹ) ایڈیشنل ڈسٹرکٹ و سیشن جج کراچی ساؤتھ عبدالحلیم میمن نے توہین رسالت، توہین صحابہ اور توہین اہل بیت میں ملوث ملزم منور احمد قادیانی کے خلاف مقدمے کی سماعت کی اور گواہ سید انوار الحسن کا بیان قلم بند کیا۔ عدالت نے مزید گواہوں کو طلب کرتے ہوئے سماعت ملتوی کردی۔

گواہ سید انوار الحسن نے اپنے بیان میں عدالت کو بتایا کہ وہ ۱۱/مئی ۲۰۰۶ء کو اپنے دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میں موجود تھا، خورشید نامی شخص ۱۱/مئی ۲۰۰۶ء کو دفتر ختم نبوت کراچی میں آیا اور بتایا کہ میرے موبائل فون پر کسی نامعلوم آدمی نے ایس ایم ایس بھیجا ہے، دفتر ختم نبوت میں موجود محمد انور رانا، قاضی احسان احمد اور مفتی فخر الزماں نے وہ بھیجا ہوا ایس ایم ایس پڑھا، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حاجراں بی بیؓ، حضرت فاطمہؓ اور اہل بیتؓ کے بارے میں غلیظ قسم کی گالیاں لکھی ہوئی تھیں اور لکھا تھا کہ نشتر پارک کے دھماکہ کو نہ بھولیں، ہم نے فوراً ختم نبوت کے وکیل منظور احمد میو راجپوت ایڈووکیٹ کو فون پر اطلاع کی وہ فوراً دفتر ختم نبوت آئے پھر ہم سب نے مل کر فون کے ایس ایم ایس کا پرنٹ نکلوایا اور اس کے بعد موبائل لنک کمپنی میں فون نمبر کے بارے میں معلومات کیں اس کے بعد صدر تھانے میں خورشید کی مدعیت ۲۲/مئی ۲۰۰۶ء میں ایف آئی آر درج کروائی جس میں منور احمد نامی شخص کو نامزد کیا جس کے موبائل نمبر کے ساتھ ساہیوال کا پتا لکھا ہوا تھا۔ پولیس مقدمہ درج کرنے کے بعد نامزد ملزم کو گرفتار کرنے سے ٹال مٹول اور بہانے کرتی رہی، اس پر علماء کرام کے ایک وفد نے آئی جی پولیس سندھ سے ملاقات کی۔ اس وفد میں مولانا محمد اکرم طوفانی، علامہ احمد میاں حمادی، قاری محمد اقبال، منظور احمد میو ایڈووکیٹ، قاری محمد عثمان، محمد انور رانا شامل تھے۔ آئی جی صاحب نے متعلقہ پولیس افسران کو حکم دیا کہ ملزم کو فوراً گرفتار کیا جائے، اس کے بعد پولیس نے ملزم منور قادیانی کو ساہیوال سے گرفتار کیا جبکہ اس کے ساتھی عیسائی قمر ڈیوڈ کو کراچی سے گرفتار کرکے ان کے قبضے سے موبائل اور سم برآمد کیں۔ گرفتار کرنے کے بعد پولیس نے ایک دن کا جسمانی ریمانڈ لے کر سرد ملزم کو چھوڑ دیا، جب کہ ختم نبوت کے لائرز فورم کے وکلاء منظور احمد میو راجپوت ایڈووکیٹ کے ساتھ ملزم اور پولیس کا پیشی کے موقع پر کورٹ میں انتظار کرتے رہے تو اے آئی جی خود کورٹ میں آئے اور مجسٹریٹ صاحب کو بتایا کہ ملزم کو چھوڑ دیا گیا ہے تو اس وقت لائرز فورم کے وکلا نے مجسٹریٹ سے کہا کہ ملزم کو قانون کے مطابق عدالت میں پیش کیا جائے کیونکہ مقدمہ کا ٹرائل سیشن جج کے اختیارات میں ہے لہٰذا آپ حکم صادر نہیں کرسکتے، آپ اس رپورٹ کو فوراً سیشن جج کی عدالت میں پیش کرنے کا حکم صادر فرمائیں، چنانچہ رپورٹ سیشن جج کے پاس پیش ہوئی تو سیشن جج نے حکم دیا کہ جو ملزم آپ نے چھوڑا ہے اس کو رپورٹ کے ساتھ پیش کریں، ملزم پیش کیا تو سیشن جج نے پولیس رپورٹ مسترد کردی اور ملزم کو جیل بھیج دیا اور پولیس کو حکم دیا کہ چالان پیش کیا جائے۔ اگلی سماعت پر عدالت کے مزید گواہوں کو طلب کرلیا۔ عدالت میں سماعت کے موقع پر منظور احمد میو راجپوت ایڈووکیٹ، خالد نواز مروت، محمد یوسف خان، شمشیر عباسی اور اے آر فضل ایڈووکیٹ بھی موجود تھے۔

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.INFO

آخری قسط

الحاد وزندقہ کا نیا انداز!

مولانا سعید احمد جلال پوری

دریافت طلب امر یہ ہے کہ موصوف نے ایک پیرا گراف میں چار مرتبہ جس محمد کو دوبارہ بھیجے جانے کا اعلان کیا ہے، اس سے ان کی کیا مراد ہے؟ آیا اس سے وہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں جو حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ کے بیٹے، جناب عبدالمطلب کے پوتے، نبی امی اور نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ جو مکہ مکرمہ میں سیدالاولین والآخرین بنا کر بھیجے گئے تھے یا کوئی اور؟

اگر خدانخواستہ اس سے نبی امی اور سیدالاولین والآخرین مراد نہیں، تو خاکم بدھن یہ عقیدہ ختم نبوت اور منصب نبوت پر ڈاکا نہیں؟ کیا یہ قرآن، حدیث، اجماع امت سے بغاوت نہیں؟ کیونکہ ایک سو آیات، دو سو سے زائد احادیث اور اجماع امت کی روشنی میں صراحتاً اور بداہتاً یہ بات واضح اور محقق ہو چکی ہے کہ آقائے دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ورسول ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب قیامت تک کسی کو نبوت و رسالت کے اعزاز سے سرفراز نہیں کیا جائے گا۔ اگر خدانخواستہ کوئی بدطینت اور بدنہاد اس کے باوجود دعویٰ نبوت کی جرأت کرے گا تو وہ کذاب ودجال کہلائے گا۔

اور اگر اس سے مراد وہی نبی امی مراد ہیں، جو مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ کے ہاں پیدا ہوئے، غار حرا میں عبادت کرتے رہے، اور حرا ہی میں ان پر پہلی وحی نازل ہوئی، معراج کی سعادت سے سرفراز ہوئے، قرآن کریم ان کا معجزہ اور کتاب ہدایت قرار پائی۔ ہجرت سے قبل ۱۳ سال مکہ مکرمہ میں اور ہجرت کے بعد ۱۰ سال مدینہ منورہ میں قیام فرما رہے اور اب گنبد خضرا میں مکین ہیں، تو سوال یہ ہے کہ ان کو کب اور کہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ: ”اے محمد! اور بے شک ہم نے تمہیں دوبارہ اس دنیا میں بھیجا، اس نام سے جس کے لئے تمہاری امت انتظار کر رہی ہے؟۔“

کیا ان صاحب سے کوئی پوچھ سکتا ہے کہ قرآن کریم کی کس آیت یا کس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر دوبارہ دنیا میں بھیجے کا اعلان کیا تھا؟ اگر وہ اس کی نشاندہی کر دیتے تو بہت ہی عنایت ہوتی؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو نہ صرف یہ افترا علی اللہ ہے، بلکہ درحقیقت یہ مرزا غلام احمد قادیانی کے اس عقیدہ کا اظہار و بیان ہے جس کا اس ملعون نے اپنی متعدد کتابوں میں اعلان کیا ہے، مثلاً کتاب تحفہ گولڑویہ ص:۱۹۳ میں اس نے ان الفاظ میں اس کا اعلان کیا ہے کہ:

الف:.....”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بعثت ہیں یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک بروزی رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوبارہ آنا دنیا میں وعدہ دیا گیا تھا، جو مسیح موعود اور مہدی معہود (مرزا قادیانی) کے ظہور سے پورا ہوا۔“ (روحانی خزائن، ص:۲۴۹، ج:۱۷)

ب:.....”اور جان کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ پانچویں ہزار میں مبعوث ہوئے (یعنی چھٹی صدی مسیحی میں) ایسا ہی مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کی بروزی صورت اختیار کرکے چھٹے ہزار (یعنی تیرھویں صدی ہجری) کے آخر میں مبعوث ہوئے...“

(روحانی خزائن، ص:۲۴۷، ج:۱۶)

ج:.....”محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم“ اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔“

د:.....مرزا غلام احمد قادیانی کے مرید قاضی ظہور الدین اکمل نے بھی مرزا غلام احمد قادیانی کو نعوذ باللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ کا مظہر قرار دیتے ہوئے لکھا:

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.INFO

محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

(اخبار بدر قادیان، ۲۵/ اکتوبر ۱۹۰۶ء، بحوالہ قادیانی مذہب ص:۳۳۶)

۲:......"کلامک کمالک" میں اجرائے نبوت اور اجرائے وحی کے قادیانی عقیدہ کو بیان کرتے ہوئے مزید لکھا گیا ہے کہ:

الف:......"بے شک اگر پیغمبر ہو اور اسے دوبارہ بھیجا جائے تو بے شک اس پر وحی آسکتی ہے۔"

ب:......"تو کیا جھٹلا ڈالا اس کلام نے آخری نبی کو؟ کیا بڑھا ڈالے پیغمبر؟ بے شک نبی وہی، پر دوبارہ بھیجا جاتا ہے، اور ہے یہ تمہاری کتابوں میں، پر تم نہیں جانتے، تو پھر تم کن کو جھٹلاتے ہو؟ تو اب اگر تم ان کو بھی جھٹلا دو تو تم سے بڑھ کر ظالم کون؟۔"

قارئین کرام! آپ نے دیکھا "کلامک کمالک" کا مرتب ملعون اپنی اس عبارت میں مرزا غلام احمد قادیانی کے عقیدہ اجرائے نبوت، اجرائے وحی کے علاوہ بعثت وظہور ثانی کی تکذیب کرنے والوں کو ظالم قرار دیتا ہے، جبکہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی قادیانی امت بھی ٹھیک یہی عقیدہ رکھتی ہے، چنانچہ ملاحظہ ہو:

الف:"صدی چودھویں کا ہوا سر مبارک
کہ جس پر وہ بدرالدجیٰ بن کے آیا
محمد پئے چارہ سازی امت
ہے اب احمد مجتبیٰ بن کے آیا
حقیقت کھلی بعثت ثانی کی ہم پر
کہ جب مصطفیٰ میرزا بن کے آیا"

(اخبار الفضل قادیان، ۲۸/ مئی ۱۹۲۸ء)

ب:"اے میرے پیارے مری جان رسول قدنی
تیرے صدقے تیرے قربان رسول قدنی
پہلی بعثت میں محمد ہے تو اب احمد ہے
تجھ پہ پھر اترا ہے قرآن رسول قدنی"

(اخبار الفضل قادیان، ۱۹/ اکتوبر ۱۹۲۲ء)

ج:......"یہ کس قدر لغو اور باطل عقیدہ ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وحی الٰہی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہوگیا اور آئندہ کو قیامت تک اس کی کوئی بھی امید نہیں۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، ص:۱۸۳، روحانی خزائن ص:۳۵۴، ج:۲۱)

یہ شخص نہایت عیاری اور مکاری سے قادیانی عقائد کا داعی اور منادہے۔ البتہ اس نے انداز بدل کر مسلمانوں کو مرزائی فتنہ کے قریب کرنے کی تحریک چلا رکھی ہے

د:......"ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا، یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا اور یا محمد کو مانتا ہے پر مسیح موعود کو نہیں مانتا، وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔"

(کلمۃ الفصل ص:۱۱۰، مرزا بشیر احمد ایم اے)

ہ:......"چونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے، اس لئے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم اور اس وحی کو جو میرے اوپر ہوتی ہے، فلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا..."(اربعین نمبر۴، ص:۷، روحانی خزائن ص:۴۳۵، حاشیہ ج:۱۷)

الغرض جس طرح مرزا غلام احمد قادیانی اجرائے نبوت، اجرائے وحی، بعثت ثانی، ظل اور بروز کا قائل تھا، اسی طرح یہ شخص بھی اس کا قائل ہے، چنانچہ وہ اس عبارت: "اگر پیغمبر ہو، اور اسے دوبارہ بھیجا جائے، تو بے شک اس پر وحی آسکتی ہے۔" کے ذریعے اپنے عقیدہ اجرائے نبوت، اجرائے وحی اور ظل و بروز کا اظہار و اعلان کرتا ہے۔

پھر جس طرح مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی ذریت ظلی و بروزی نبوت کی آڑ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت، رسالت، اجرائے وحی اور مرزا کی وحی کے مجموعہ "تذکرہ" کو ہضم کرنے کی دعوت دیتی ہے، ٹھیک اسی طرح یہ شخص بھی اپنی مذکورہ بالا غلیظ اور بدبودار تحریر و عبارت میں اس کی دعوت دیتا ہے، چنانچہ یہ شخص اپنی اس شیطانی عبارت: "کیا جھٹلا ڈالا اس کلام نے آخری نبی کو؟ کیا بڑھا ڈالے پیغمبر؟ بے شک وہی نبی دوبارہ بھیجا جاتا ہے۔" کے ذریعے ان تمام قادیانی عقائد کی تبلیغ و ترویج کی ناپاک اور بھونڈی سعی و کوشش پر مصر نظر آتا ہے۔

۳:......جس طرح مرزا غلام احمد قادیانی اپنی وحی کو قرآن کا درجہ دیتا ہے اور اس کے انکار کو کفر قرار دیتا ہے، ٹھیک اسی طرح یہ ملحد بھی اپنے لٹریچر "کلامک کمالک" میں نام لئے بغیر مرزا غلام احمد قادیانی کی وحی کے اردو مجموعہ "تذکرہ" کو قرآن کا درجہ دیتے ہوئے لکھتا ہے:

"قسم ہے اس کلام پاک کی اور اس روشن کتاب کی اور اس رات (شب قدر) کی، پھر اس رات کی، اور ہے یہ کتاب عقل والوں کے لئے اور آسان کیا رب نے اس کتاب کو، اور نہیں لکھا اس کو عربی زبان میں، بلکہ لکھا تمہاری زبان میں تاکہ تم سمجھ

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.INFO

سکو، اور پڑھو اس کتاب کو وضو سے جیسا کہ پڑھتے ہو قرآن، بے شک قرآن حق ہے، اور بے شک یہ کتاب بھی حق ہے، اور آئی ہے یہ کتاب صحیح بات بتانے کے لئے، دین کو بچانے کے لئے، اصل دین بتانے کے لئے، باطل کو مٹانے کے لئے، حق کو لانے کے لئے، کفر کو مٹانے کے لئے۔"

موصوف کی اس عبارت پر غور کیا جائے تو دو اور دو چار کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ جس کلام اور کتاب کی اہمیت وعظمت کو قسم کھا کر واضح کیا جارہا ہے، یا اس کے نزول کو شب قدر کی بابرکت اور مقدس ساعتوں کے ساتھ منسلک کیا جارہا ہے، وہ یقیناً قرآن کریم کے علاوہ کوئی دوسری کتاب ہے، اس لئے کہ موصوف لکھتے ہیں کہ:

الف:..... "اور نہیں لکھا اس کو عربی زبان میں، بلکہ لکھا تمہاری زبان میں تاکہ تم سمجھ سکو۔"

ب:..... "اور پڑھو اس کتاب کو وضو سے جیسے پڑھتے ہو قرآن۔"

ج:..... "بے شک قرآن حق ہے اور بے شک یہ کتاب بھی حق ہے۔"

ان تین فقروں سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ موصوف کی مجوزہ "عظیم کتاب" قرآن کریم کے علاوہ کوئی دوسری کتاب ہے، جس کو قرآن کریم کے مدِ مقابل ذکر کیا گیا ہے۔ اگر اس کتاب کا مصداق قرآن کریم ہوتا تو یہ کیوں لکھا جاتا کہ یہ کتاب عربی میں نہیں تمہاری زبان میں لکھی گئی ہے؟ اسی طرح اگر اس کا مصداق قرآن کریم ہوتا تو یہ کیوں کہا جاتا کہ اس کو بھی ویسے ہی وضو سے پڑھو جس طرح قرآن کو وضو سے پڑھتے ہو، ایسے ہی اگر یہ کتاب قرآن کریم کے علاوہ کوئی دوسری نہ ہوتی تو یہ کیوں لکھا جاتا کہ یہ بھی ایسے ہی حق ہے جس طرح قرآن حق ہے۔

الغرض یہی کہا جاسکتا ہے کہ موصوف کی وہ کتاب جو عربی میں نہیں ہے اور وضو سے پڑھنے کی مستحق ہے اور وہ بھی قرآن کریم کی طرح حق ہے، اس کا مصداق مرزا غلام احمد قادیانی کی وحی کا مجموعہ تذکرہ ہے، ورنہ وہ خود بتلائیں کہ اس کا مصداق اس کے علاوہ کون سی کتاب ہے؟

الغرض یہ شخص نہایت عیاری اور مکاری سے قادیانی عقائد کا داعی اور مناد ہے۔ البتہ اس نے انداز بدل کر مسلمانوں کو مرزائی فتنہ کے قریب کرنے کی تحریک چلا رکھی ہے، لہٰذا مسلمانوں کو اس

وہ اپنے الحاد وزندقہ اور قرآن وسنت کی توہین وتنقیص، نبی امی ﷺ کی ختم نبوت کے انکار اور ظل وبروز یا بعثت ثانیہ وغیرہ عقائد ونظریات کی وجہ سے عقیدہ ختم نبوت سے باغی ہے

ملعون کے گمراہ کن انداز سے ہوشیار رہتے ہوئے دوسرے مسلمانوں کو بھی اس کے فتنہ سے آگاہ کرنے کی سعی وکوشش کرنی چاہئے، اور اس کے فریب ودھوکا سے بچنا چاہئے۔

اہل عقل وفہم اس ویب سائٹ اور اس کی دعوت کو اس زاویہ نگاہ سے بھی دیکھیں کہ کیا کبھی کسی معذور اور مجنون بچے کے ماں باپ اس قسم کے بچوں کے ہذیانات کے لئے ویب سائٹ بنایا کرتے ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو بتلایا جائے کہ یہ ویب سائٹ کیوں بنائی گئی؟ اور اس پر زر کثیر صرف کرکے ایک معذور ومجنون بچے کے "ارشادات" "ملفوظات" کو کیونکر عام کیا گیا؟ کیا کبھی کسے بچے اور وہ بھی معذور، کی کوئی بات قابل سند اور لائق اعتماد ہوتی ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے پیچھے کوئی گھناؤنے اور خطرناک مقاصد وعزائم کارفرما ہیں، اس کے لئے یہ سارا کھیل کھیلا جارہا ہے اور وہ ہے مسلمانوں کو گمراہ کرنا اور مرزائی وقادیانی عقائد کی اشاعت وترویج کرنا۔

یقین کی حد تک ہمارا وجدان کہتا ہے اور "کلامُکَ کمالک" کی عبارت بھی اس کی تائید وتصدیق کرتی ہے کہ یہ شخص زندیق وملحد ہے، اور قادیانی الحاد وزندقہ کا پرچارک ہے۔ تاہم اگر وہ کہتا ہے کہ میں قادیانی نہیں ہوں اور میرا مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد ونظریات سے کوئی تعلق نہیں ہے، ... جیسا کہ اس نے نبیل کے تعارف میں اپنے آپ کو ختم نبوت کا قائل باور کرانے کی کوشش کی ہے... تب بھی وہ اپنے الحاد وزندقہ اور قرآن وسنت کی توہین وتنقیص، نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے انکار اور ظل وبروز یا بعثت ثانیہ وغیرہ عقائد ونظریات کی وجہ سے عقیدہ ختم نبوت سے باغی ہے، لہٰذا وہ بھی اُسی سلوک کا مستحق ہے، جس کا مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی امت ہے، کیونکہ اس صورت میں گویا یہ ملعون اپنے کلام کو قرآن کا، اپنے آپ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اپنے شیطانی خیالات کو وحی والہام کا درجہ دے کر بدترین گستاخی کا مرتکب ہوا ہے۔ لہٰذا جس طرح مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والے ملحد وزندیق اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ وباغی ہیں، ٹھیک اسی طرح یہ بھی ملحد وزندیق اور نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ وباغی ہے، جس طرح غلام احمد قادیانی کے فتنہ سے امت کو بچانا فرض ہے، ٹھیک اسی طرح اس کا تعاقب کرنا بھی فرض ہے، الا یہ کہ توبہ کرکے دوبارہ تجدید ایمان کرلے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.INFO

آزادی اظہار منافرت کے لئے نہیں!

یہ چمکدار مہذب مغرب کی فضا مسلمانوں، ان کے مذہب اور ان کے عظیم المرتبت پیغمبر کے خلاف نفرت، تعصب اور بدباطن زہر سے بھری ہوئی ہے۔ آزادی اظہار مغربی تہذیب کی پہچان بتائی جاتی ہے لیکن سچ تو یہ ہے اس نعرہ کو بہانہ بنا کر اوروں کے جذبات کے ساتھ جس گھناؤنے انداز کا کھیل کھیلا جارہا ہے اس سے مغرب کی تہذیب کے چمکتے چاند کو بار بار گہن پڑ جاتا ہے۔ یہ مغرب کہتا ہے کہ اس کے اظہار رائے کی آزادی سے کسی فرد، جماعت یا قوم کا دل کتنا ہی زخمی، دکھی، رنجیدہ اور افسردہ ہوجائے، ہمیں اس کی پروا نہیں کیونکہ یہ حق ہمیں ہماری تہذیب اور تعلیم نے دیا ہے۔ اس حق کی آڑ میں سب سے پہلے ڈنمارک کے اخبارات نے گستاخانہ خاکوں کی اشاعت سے پوری امت مسلمہ کا دل انتہائی طور پر دکھایا، اس مرحلے پر مجھے محترم عظیم سرور کا ۲۷/فروری کا خوبصورت کالم "یہ ڈنمارک والے کون ہیں" یاد آرہا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ ڈنمارک والوں کا اپنے لئے پیمانہ اور ہے اور دوسروں کے لئے اور، موصوف کالم نگار نے ڈنمارک کے محکمہ سیاحت کے کتابچہ "ڈنمارک میں رہنے کے آداب" سے جو انگریزی میں ہے کچھ باتیں لکھی ہیں۔ ایک یہ ہے اگر آپ کسی ڈینش گھر میں بطور مہمان گئے ہیں تو خاتون خانہ سے یہ مت پوچھیں کہ ان کی شادی کو کتنا عرصہ ہوا ہے، کیونکہ بہت ممکن ہے وہ بغیر شادی کے ہی اس مرد کے ساتھ رہ رہی ہوں۔ اسی طرح کسی دفتر میں غلطی سے کسی خاتون سے یہ نہ پوچھے گا کہ ان کے شوہر کیا کام کرتے ہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے اس مرد سے شادی نہ کی ہو۔ اسی طرح کوئی ڈینش آپ کو کھانے پر مدعو کرے تو یہ مت پوچھیں کہ کیا آپ کے والد حیات ہیں، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ان کو معلوم ہی نہ ہو کہ ان کا والد کون تھا، اسی طرح کے اظہار سے آپ ایک ڈینش کو ذہنی اور دلی صدمہ پہنچانے کے مرتکب ہوسکتے ہیں۔ تو یہ ہیں ڈینش تہذیب کے آزادی اظہار کے کچھ نمونے جن کا میں نے یہاں عظیم سرور صاحب کے کالم سے بہت مختصر کرکے ذکر کیا ہے۔

ڈاکٹر صلاح الدین اے خان

اس کے مقابل ایک وہ تہذیب ہے جسے مغرب پسماندہ کہتا ہے وہ ہے مشرق کی تہذیب، یہ تہذیب بھی آزادی اظہار کے حق کو تسلیم کرتی ہے، مگر فرق یہ ہے اس مشرقی تہذیب کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ دوسروں کے اور اپنوں کے دلوں کو خوشی ملے لیکن گھن گرج کے ساتھ آزادی اظہار کا ڈنکا بجانے والوں نے کیا کیا؟ جیسا کہ پوری مسلم دنیا کو معلوم ہے۔ ۲۰۰۶ء میں ڈنمارک کے ایک اخبار نے مسلمانوں کے جان سے پیارے اور سب سے زیادہ تقدس مآب نبی ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے خلاف توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کی اور مسلمانوں کے دل دکھائے۔ اب پچھلے دنوں دوبارہ پھر مغربی یورپ کے ۱۷ اخباروں نے گستاخانہ خاکے شائع کئے اور ایک ارب پچاس کروڑ آبادی کے جذبات کو مجروح کیا، ان کے دل دکھائے، مسلمانوں کی طرف سے احتجاج کے جواب میں یہ جواب دیا کہ اظہار کی آزادی پر قدغن نہیں لگائی جاسکتی، دوعملی اور دوہرے معیار کی مثالیں تو کوئی مغربی تہذیب سے سیکھے۔ ایک طرف تو یہ تہذیب پورے عالم انسانیت کے لئے امن و آشتی کی پرچارک بنتی ہے اور دوسری طرف ڈھٹائی کے ساتھ ایسی حرکتیں کرتی ہے جس سے امن وامان کی فضا میں ایک دم اتھل پتھل مچ جائے اور ایک طوفان برپا ہوجائے۔ اس سے تو وہ تہذیب اچھی ہے جس کے خلاف مغرب نے گزشتہ دہائیوں میں دشمن مذہب ہونے کا مسلسل ڈھنڈورا پیٹا۔ روس، چین اور سنگاپور وغیرہ نے مسلمانوں کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین یا گستاخی کی بھی اجازت نہیں دی۔ سنگاپور کے سابق بزرگ وزیر اعظم (Lee Kuwan) کی حکومت نے تو سلمان رشدی کی کتاب شیطانی آیات پر بھی پابندی لگادی تھی اب پوری دنیا آزادی اظہار کے نام پر منافرت کی اشاعت سے تنگ آچکی ہے خواہ مذہبی ہو یا تہذیبی یا سیاسی ہی کیوں نہ ہو۔ عوام امن دوستی اور پیار کی فضا اور ماحول دیکھنا چاہتے ہیں اس مقصد کے حصول کے لئے آزادی اظہار کی آڑ میں کی جانے والی مذموم اور فتنہ انگیز حرکات کو روکنا ہوگا۔ مذہبی اور تہذیبی منافرت کو روکنے کے لئے مغرب اور مشرق کو مل کر بین المذاہب ڈائیلاگ، مکالمہ اور مفاہمت کی بھرپور کوشش کرنی ہوگی۔ ایک دوسرے کو اور ان کے عقائد اور مذہب کو سمجھنے کے لئے غیر جانبدارانہ تحقیق اور مثبت اظہار رائے کا راستہ اختیار کرنا ہوگا۔

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.INFO

خوش قسمتی سے مغرب میں کچھ ایسی شخصیات ہیں جو دوسری قوموں کی تہذیب اور ان کے مذہب کا غیر جانبدار سے مطالعہ کرتی ہیں اور اپنے حق آزادی اظہار کو مثبت انداز میں استعمال کرتی ہیں، ان میں کیرن آرمسٹرانگ وہ شخصیت ہیں جو غیر جانبداریت سے اپنے کیتھولک مذہب، اسلام اور دیگر مذہب کی تحقیق کررہی ہیں، وہ کہتی ہیں کہ عالمی سطح پر مفاہمت اور ڈائیلاگ وقت کی اہم ضرورت ہے وہ کہتی ہیں کہ مذاہب میں بہت سی چیزیں مشترک ہیں مگر دلچسپ بات یہ ہے کہ اس سلسلے میں رہنما کردار ادا کرنے کے لئے وہ اسلام کی تعلیم اور پیغمبر اسلام کے کردار کو بہت زیادہ اہمیت دیتی ہیں، پچھلے دنوں جب وہ پاکستان آئیں تو انہوں نے اپنے گورے پڑھے لکھے لوگوں اور دانشوروں کے ماتھوں کی شکنوں کی پرواکئے بغیر برملا کہا:

"محمدؐ دنیا کے عظیم مذہبی رہنما ہیں وہ بہت شفیق اور مہربان ہستی تھے جو غریبوں سے پیار اور خواتین کا احترام کرتے تھے۔ انہوں نے سادہ زندگی بسر کی مگر سیاسی اور مذہبی اعتبار سے وہ ایک عظیم رہنما تھے۔"

کیرن کی تقاریر اور تحریروں سے ظاہر ہے کہ وہ کسی بھی مذہب کو تعصب کی عینک لگا کر نہیں دیکھتیں مگر وہ یہ بھی دیکھ رہی ہیں کہ کچھ طاقتیں نہ نظر آنے والے طریقوں سے مسلمانوں کی نئی نسل میں کچھ نوجوانوں کو مسلمانوں ہی کے ذریعے دہشت گردی اور خودکش حملوں کے لئے تربیت دے رہی ہیں۔ کیرن نے کہا: "خواہ کوئی مذہب ہو تمام لوگوں کا فرض ہے وہ دوسرے مذاہب کے رہنماؤں کا احترام کرنا سکھائیں۔" پاکستان میں ایک لیکچر میں انہوں نے کہا:

"پرافٹ محمدؐ نے دوسرے مذاہب کے لوگوں کے حقوق کی بات کی اور انہوں نے برداشت اور اخلاقیات کا دامن کبھی بھی نہیں چھوڑا۔"

پاکستانی نوجوانوں کو انہوں نے پیغام دیا:

"وہ جدید ٹیکنالوجی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلام کے بارے میں صحیح تصویر دوسرے مذاہب اور ملکوں تک پہنچائیں اور غلط فہمیاں دور کریں۔"

"Muhammad" کے عنوان سے جو انہوں نے کتاب لکھی ہے اس میں ان کی سوچ غیر جانبدارانہ ہے حقائق کے خلاف اور تعصب کی آئینہ دار نہیں۔ پچھلی سے پچھلی بار جب وہ پاکستان آئی تھیں تو جنگ کے معروف کالم نویس نذیر ناجی نے ان کی اسی صفت کی عکاسی کرتے ہوئے کالم لکھا تھا: میں کیرن کی کتاب محمدؐ کا دوتہائی حصہ پڑھ چکا ہوں، بعض اوقات تو یوں لگا گویا وہ مسلمان ہیں۔ ایک مرتبہ کسی نے ان سے ان کے عقیدے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا: "میں کیتھولک مذہب چھوڑ چکی ہوں، لیکن میں ابھی تحقیق کے عمل سے گزر رہی ہوں، ابھی کوئی دوسرا مذہب اختیار نہیں کیا، میرا مشن تمام مذاہب پر ریسرچ کرکے ایک دوسرے کو قریب لانا ہے، اگر میں فوری طور پر کسی فرقے سے منسلک ہوجاؤں تو میری غیر جانبدارانہ حیثیت مشکوک ہوجائے گی۔" کیرن کی طرح بھارت میں بھی ایک مذاہب کے غیر جانبدارانہ تحقیق کے پنڈت ہیں، انہوں نے بھی محمدؐ کا شفاف چہرہ دیکھ لیا۔ اس موقع پران کا ذکر نہ کرنا ناانصافی ہوگی ان کا نام ہے پنڈت وید پرشاد اوپادھیا، وہ الہ آباد کی پراگ یونیورسٹی میں سنسکرت کے پروفیسر ہیں، انہوں نے کئی ہزار سال پرانی مذہبی کتاب "پران" کا ایک اقتباس ڈھونڈ نکالا جو ایک چونکا دینے والی زبردست پیشگوئی ہے اور اس کا اطلاق صرف اور صرف "مسلسل دیپ" (جزیرہ نما عرب) کے محمدؐ رسول اللہ پر ہوتا ہے پیشگوئی کے الفاظ یوں ہیں:

"جگت گرو بیساکھ کی ۱۲ تاریخ کو طلوع آفتاب کے دو گھنٹے بعد پیدا ہوں

علماء کی کردار کشی کرنے والوں کے خلاف کارروائی کی جائے: مولانا اللہ وسایا

قصور (نامہ نگار) گزشتہ دنوں شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے قصور ضلع کا تبلیغی دورہ کیا۔ قصور شہر کی مرکزی جامع مسجد گنبد والی تاراگڑھ چوک مدرسہ رحیمیہ ترتیل القرآن جامع مسجد علی المرتضی میں اسی طرح چونکی میں مدرسہ دارالعلوم مدینہ جامع مسجد فاروق اعظمؓ میں علماء اور عوام الناس و ختم نبوت کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ تحفظ ختم نبوت کو فرقہ واریت کہنے والے دین کے حروف ابجد سے بھی واقف نہیں قراردادوں کے ذریعے حکومت سے مطالبہ کیا کہ مکالمہ بین المذاہب کے نام پر علماء کرام کی کردار کشی کرنے والوں کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے، امتناع قادیانیت ایکٹ پر سختی سے عمل درآمد کرایا جائے، دوسرے غیر مسلموں کی طرح قادیانی اوقاف بھی سرکاری تحویل میں لئے جائیں۔ کانفرنس سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنما شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ کے علاوہ قاری کامران احمد، مولانا عبدالرزاق مجاہد نے بھی بیان کیا۔ قاری مشتاق احمد رحیمی نے صدارت کی۔ قاری حماد انور نے تلاوت قرآن پیش کی، قاری ارشد محمود گوجرانوالہ نے نعت رسول مقبولؐ پیش کی۔ الحاج میاں محمد معصوم انصاری نے نقیب محفل کے فرائض سرانجام دیئے۔

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.INFO

گے ان کی پیدائش سے پہلے ان کے باپ کا انتقال ہوچکا ہوگا اور ان کی ماں ان کی پیدائش کے کچھ عرصہ بعد دنیا سے رخصت ہوجائیں گی، جگت گرو سلسل دیپ کی ایک خاتون سے شادی کریں گے، شادی کی تقریب میں ان کے چچا اور تین چچازاد بھائی موجود ہوں گے، پرس رام انہیں ایک غار میں تعلیم دے گا، غار سے واپسی پر وہ لوگوں میں اس علم کی تبلیغ کریں گے جو خدا نے انہیں دیا ہوگا، اس تبلیغ کے نتیجے میں ان کے رشتہ داران سے سخت ناراض ہوں گے انہیں شدید تکلیفیں دی جائیں گی جن کی بنا پر وہ پہاڑ کی شمالی سمت کو "پرواز" کر جائیں گے، لیکن کچھ عرصے بعد تلوار کے ساتھ واپس آئیں گے اور شہر میں فاتحانہ داخل ہوں گے۔ جگت گرو روشنی سے زیادہ تیز رفتار گھوڑے پر بیٹھ کر زمین اور سات آسمانوں کی سیر کریں گے۔"

اس عظیم پیشگوئی کو علی اصغر چوہدری نے اپنی کتاب محمدؐ میں درج کیا ہے، اس کے علاوہ ڈاکٹر ذاکر نائیک نے زوردار انداز میں اسے پیش کیا، جہاں ہندومت کے نمائندے شری شری روی شنکر بھی تشریف فرما تھے، اس پیشگوئی کو پنڈت وید پرشاد اوپادھیا نے ڈھونڈ نکالا اور "کلکی اوتار محمد صاحب" کے عنوان سے شائع کیا، جس پر آٹھ دوسرے پنڈتوں نے زوردار تائیدی نوٹ لکھے ہیں، ان پنڈتوں اور خاص کر پنڈت وید پرشاد کو سلام کرتا ہوں کہ انہوں نے اس تحقیق میں تعصب اور جانبداریت کو قریب نہیں آنے دیا اگرچہ انہوں نے اس پیشگوئی کو اردو میں شائع کیا لیکن چند الفاظ سنسکرت کے اس میں موجود ہیں چند ایک الفاظ جس کے مجھے معنی آتے ہیں وہ یہ ہیں، مثلاً: "جگت گرو" جگت کے معنی جہاں یا عالم کے ہیں (رسول اللہ کو سرور عالم کہا جاتا ہے) "وشنو" اللہ یا خدا کا نام ہے اور "بھگت" پجاری یا عابد کے معنی میں آتا ہے، عربی کا ترجمہ عبداللہ ہوا۔ "رام" کے معنی پروردگار یا پرمیشور کے ہیں، دیپ کے معنی سنسکرت میں جزیرہ ہوتا ہے اردو لغت میں بھی چراغ کے علاوہ اس کا دوسرا معنی جزیرہ ہے، ان معنوں کو پیش نظر رکھ کر اس پیشگوئی کو غور سے پڑھا جائے تو سوائے محمدؐ کے اس کا اطلاق اور کسی پر نہیں ہوسکتا اور پروفیسر وید پرشاد اوپادھیا نے اس کا عنوان "کلکی اوتار محمد صاحب" ہی رکھا۔ بین المذہب مفاہمت کے لئے ان کی یہ کوشش بہت قابل داد اور قابل ستائش ہے، آخر میں واضح رہے کہ یہ پیشگوئی بھارت سے کی گئی، جہاں طلوع آفتاب کا وقت مکہ مکرمہ سے تین چار گھنٹے پہلے ہے۔

(روزنامہ جنگ کراچی ۳۱/مارچ ۲۰۰۹ء)

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

قاری محمد اسمٰعیل شہید

تعارف و خدمات

قاری محمد اسماعیل شہید عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت قائدآباد ضلع خوشاب کے امیر تھے۔ خانقاہ سراجیہ حضرت الامیر دامت برکاتہم العالیہ سے اصلاحی تعلق تھا، گنجیال میں جامعہ صدیقیہ للبنات کے نام سے مدرسہ چلا رہے تھے۔ مدرسہ صدیقیہ میں ۱۵۰ بچیاں اور ۱۰۰ بچے زیر تعلیم ہیں۔ قائدآباد ختم نبوت کانفرنس کے سلسلہ میں ۲۴/فروری ۲۰۰۹ء کو حاضری ہوئی تو شہید کے والد محترم جو بڑی عمر کے بزرگ ہیں سے ملاقات بھی ہوئی۔ انہوں نے بتلایا کہ قاری محمد اسماعیل شہید کی عمر ۳۵ سال تھی، انہیں شہید کردیا گیا، پولیس نے جس آدمی کو قاتل کے نام سے گرفتار کیا اور اس نے جو اقبالی بیان دیا وہ ایک بنی بنائی کہانی معلوم ہوتی ہے۔ بقول پولیس قاتل معترف ہے کہ میں نے انہیں موبائل فون چھپانے کے لئے قتل کیا، بزرگوار نے بتلایا کہ اصل قاتلوں کو بچانے کے لئے یہ افسانہ تراشا گیا۔ موصوف نے بتلایا کہ قاتل دنیا کی عدالتوں سے بچ جائیں گے لیکن اللہ پاک کی عدالت میں نہیں بچ سکیں گے اور خون شہیداں رنگ لائے گا۔ موصوف نے بتلایا کہ شہید کی چار بچیاں اور تین بچے ہیں، بڑی بچی حافظ قرآن ہے اور چھوٹی بچی بھی حفظ کر رہی ہے۔ بڑا بچہ آٹھ سال کی عمر کا ہے اور باقی چھوٹے ہیں، بچوں کو سرگودھا کے ایک مدرسہ میں تعلیم کے لئے داخل کرادیا گیا۔ اللہ پاک معصوم بچوں اور بچیوں کی کفالت فرمائیں۔ شہید ایک متحرک اور فعال عالم دین اور تحریک ختم نبوت کے شیدائیوں میں سے تھے، ان کی رحلت سے پیدا ہونے والا خلا مدتوں پر نہیں ہوگا۔ قاری عبدالصمد خطیب مکی مسجد قائدآباد نے بتلایا کہ مرحوم میرے گہرے دوست و ساتھی تھے، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیت علماء اسلام سمیت اہل حق کی تمام جماعتوں سے والہانہ عقیدت رکھتے اور ہر باطل کے خلاف اٹھنے والی تحریک میں باطل کے سامنے سینہ سپر ہوجاتے تھے۔ اللہ پاک ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرماتے ہوئے انہیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

تھرپارکر کے مسلمانوں کی حالتِ زار

محترم جناب حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض یہ ہے کہ بندہ تھرپارکر ضلع سے تعلق رکھتا ہے جو انڈیا کے بارڈر پر پاکستان کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ صحرا تھر کے نام سے مشہور ہے، انٹرنیشنل جغرافیائی نقشے پر دنیا کا نواں بڑا صحرا ہے۔

بندہ کو آپ کی دینی مصروفیات کا خیال ہے لیکن ہمارے علاقے کے حالات بھی آپ کے سامنے رکھنے کی فکر ہے، کافی عرصے سے سوچ رہا تھا کہ کیا کروں؟ پھر اس ناچیز کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ کیوں نہ تحریر کا سہارا لے کر آپ کو یہاں کے حالات سے آگاہ کیا جائے اور آپ کے زیر اہتمام چلتے ہوئے افراد اور جماعتوں سے تھرپارکر کے اس دور افتادہ اور ہر لحاظ سے پسماندہ علاقے میں کام کروایا جائے۔

ہمارے علاقے میں پچاس فیصد ہندو ہیں، علاقے میں جہالت بہت زیادہ ہے، کئی کئی گاؤں ایسے ہیں جن میں لوگوں کو کلمہ تک صحیح نہیں آتا، کئی گاؤں ایسے ہیں جن میں جنازہ پڑھانے والا صحیح آدمی نہیں ہے، دفن کرنے کے بعد قبر پر جنازہ پڑھایا جاتا ہے۔

ایک مرتبہ تو تیسرے دن بندہ نے خود چیلہار کے قریب گاؤں میں ایک قبر پر معلومات کے بعد جنازہ پڑھ کر یہ فریضہ ادا کیا اور کہیں کہیں جہالت اس درجے کو پہنچی ہوئی ہے کہ چھوٹے بچوں کو معصوم سمجھ کر ان کی فوتگی پر جنازہ تک نہیں پڑھایا جاتا، حالانکہ ان پر بھی جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے، جو ان پر جنازہ کی بات کو بُرا سمجھا جاتا ہے اور معصوم کی عصمت کا منکر سمجھا جاتا ہے۔

حضرت! کئی گاؤں ایسے ہیں جہاں مسجد ہے ہی نہیں اور جہاں کہیں ہے تو وہاں ان کو آباد کرنے والا

احمد علی درس

کوئی نہیں ہے، لوگوں میں مشکل سے کوئی جمعہ وعید پڑھنے والا ملتا ہے، تو پانچوں وقت کی نماز کا آپ خود اندازہ لگا لیں کہ کیا حال ہوگا؟

جب جہالت کی وجہ سے فرض عین وفرض کفایہ کی یہ حالت ہوگی تو وہاں باقی امور شرعیہ یعنی روزہ، زکوٰۃ، حج اور امتیاز یا یعنی حلال وحرام کا اندازہ کرنا بہت آسان ہے۔ باقی زندگی سے وابستہ دنیاوی معاملات یعنی خرید وفروخت، عقد نکاح اور لین دین کے مسائل میں دینی احکامات کی شُد بُد بالکل نہ ہونے کے برابر ہے، رسومات نے اپنے پنجے گاڑے ہوئے ہیں، شرک اور بدعت بالکل عام ہے فسق وفجور بہت ہی عروج پر ہیں، مشرک اور بدعتی معاشرے میں معزز سمجھے جاتے ہیں، ان حالات میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والا کوئی مشکل سے ملتا ہے اور اس پر عمل کرنے والے بہت ہی کم لوگ دکھائی دیتے ہیں۔

تھرپارکر کے تمام شہروں میں آبادی کی شرح دیکھی جائے تو کہیں ۷۰ فیصد اور کہیں ۸۰ فیصد ہندو آبادی ہے۔ مسلمان بیس فیصد یا تیس فیصد سے کم ہیں، ہندوؤں کا کاروبار یعنی معیشت پر قبضہ ہے، ان کے مقابلے میں مسلمان تنگ دست، غریب اور لاچار ہیں۔

آزادی کے اکسٹھ سالوں کے بعد بھی پورے تھرپارکر میں کہیں بھی مسلمانوں کو گائے کا گوشت میسر نہیں ہے اور ایام قربانی میں شہروں میں گائے کی قربانی ہندوؤں کی کثرت اور ان کے بااثر ہونے کی وجہ سے نہیں کی جاتی۔

ہندو کے ایک بچے مرنے پر پورا شہر بند ہو جاتا ہے اور مسلمانوں کی کسی دل شکنی پر احتجاج یا رد عمل ظاہر کرنے کے لئے ان کے کہنے پر بھی پورا شہر بند نہیں ہوتا۔ پورے ضلع میں دس شہر ہیں جن میں چھ شہروں میں اپنی جماعت کے چھ مدرسے ہیں، جن میں مسافر طلبا کی تعداد تین سو کے اندر ہے، ان مدارس کے علاوہ کچھ مقلدین اور متعصبین کے بھی چند مدارس ہیں جو اپنی نشر واشاعت اور فساد پھیلانے میں کمربستہ ہیں اور اپنا نیٹ ورک پھیلا رہے ہیں، اَن پڑھ، جاہل لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے نئے نئے حربے استعمال کر رہے ہیں۔

اس کے علاوہ لوگوں کی غربت سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے لئے قادیانیوں، عیسائیوں اور یہودی این جی اوز نے بھی اپنے پنجے گاڑے ہوئے ہیں، کئی کئی سال بارشیں نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کی معاشی حالت ابتر ہوتی ہے، جن کا وہ بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں اور اپنی غلط اور ناجائز بات مال اور دولت کے بل بوتے پر منواتے ہیں لوگ مجبوری، بدحالی اور جہالت کی وجہ سے اپنی غیرت وایمان تک کا سودا کر لیتے ہیں۔ قادیانیوں نے مٹھی میں المہدی کے نام سے ننگر پارکر میں طاہر ہسپتال کے نام سے جدید ہسپتال بنائے ہیں۔ ننگر پارکر جو معدنی لحاظ سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے، اس میں جدید ہسپتال، کمپیوٹر سینٹر، ٹیوشن ہاسٹلز اور موبائل ڈسپنسریوں کے جال سے اور میڈیکل کیمپس سے پورے علاقے میں اپنی ارتدادی سرگرمیاں جاری

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.INFO

رکھی ہوئی ہیں، قادیانیوں نے اپنے ہتھکنڈوں سے تھر پارکر کے ہندوؤں میں کولہی، بھیل، بھیر، میگھواڑ، ریباری، جوگی، سامی، گرگلا، کبوترا قوموں کے لوگوں کو قادیانی بنایا ہے اور مسلمانوں میں شیخ خاصخیلی، شورا، بھیر، موسیپوٹہ، جونیجہ، چانڈیو، کھوسہ اور دیگر قوموں کے لوگوں کو گمراہ کیا ہے، بعض کو مرتد بنایا ہے اور کولہیوں کے تو کئی کئی گاؤں مکمل قادیانی ہوگئے ہیں۔ مثلاً جہاسر، کوکرا، پھولپورا، اتھکپاریو، سادورریں، پلیو وغیرہ جس میں لوگوں کو مکمل قادیانی بنایا گیا ہے، مرزائی (قادیانی عبادت خانے) بھی اس گاؤں میں بنے ہوئے ہیں، جن کو قادیانی مسجد کہتے ہیں اور وہاں ایک مربی مقرر کیا گیا ہے جو جمعہ، عیدین اور نکاح وغیرہ پڑھاتا ہے اور ان لوگوں کو گمراہ کرتا ہے، بالکل اسی طرح تھر پارکر میں عیسائیوں کا کام ہے، ان کے بھی کئی گاؤں ہوگئے ہیں۔ عیسائی، کرسچن کہلاتے ہیں اور قادیانی شیخ کہلاتے ہیں، پورے تحصیل تھر پارکر میں اپنی جماعت کا ایک مدرسہ الحق مدرسۃ الاسلام کے نام سے تھر پارکر شہر میں ہے اور تین مکاتب ہیں جو گاؤں میں ہیں، خدام القرآن کے زیر اہتمام چلتے ہیں ایک معلم کا وظیفہ ۲۵۰۰ روپے ہے جو بہت کم ہے، اس لئے اس علاقے میں کام کرنے کے لئے کم از کم ایک استاذ کا ماہانہ وظیفہ ۶۰۰۰ روپے ہو تب وہ اس مخالف ماحول میں رہ کر محنت کرے گا اور کچھ نتائج آنے کی امید ہے۔

حضرت! ہمارا علاقہ ریگستان ہے، پانی کی بہت قلت ہوتی ہے، کنویں بہت کم ہیں اور گہرے ہیں، جہاں اکثر پانی کڑوا ہوتا ہے، ہزاروں میں کہیں ایک میٹھا کنواں نکلتا ہے، وہ اس گاؤں کی خوش قسمتی ہوتی ہے اور سڑکیں کچی ہیں، تبلیغی جماعتیں بہت کم آتی ہیں دو یا تین سال کے بعد ایک جماعت آتی ہے، سال والی جماعت مخصوص راستہ جو رائیونڈ سے ملتا ہے پر چلتی ہے لوگوں میں جہالت کی وجہ سے خود جماعت میں جڑنے کا مزاج نہیں ہے، جہاں کچھ محنت ہے تو وہ جوڑ و نصرت پر ملتے ہیں۔

آنجناب سے گزارش ہے کہ جماعتیں بھیج کر ہمارے علاقے میں اصلاحی، دینی و فلاحی کام کا آغاز کریں، سیدھے سادے دیہاتی لوگوں کو شرک و کفر، فسق و فجور، جہالت اور گمراہی سے نکالیں۔

اسلام و ایمان، اعمال صالحہ اور ہدایت کی محنت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ آپ حضرات کے فکر کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ پورا علاقہ ہدایت کا مرکز بن جائے گا۔

☆☆..................☆☆

عظیم الشان تحفظ ختم نبوت احتجاجی ریلی کا انعقاد

سرگودھا (نامہ نگار) ۲۳/ مارچ ۱۸۸۹ء کو مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے مہدی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے اپنی جھوٹی نبوت کی بنیاد رکھی۔ اس کی مناسبت سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور شبان ختم نبوت سرگودھا کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان احتجاجی ریلی کا انعقاد کیا گیا۔ ریلی ختم نبوت اکیڈمی سے شروع ہو کر براستہ قینچی موڑ کالج روڈ گول چوک سے ہوتی ہوئی کچہری بازار پر اختتام پذیر ہوئی۔ ریلی تقریباً دو کلومیٹر طویل تھی، جس میں ہزاروں موٹر سائیکلوں، ہائی سائیکلوں اور کاروں پر ختم نبوت کے پروانے ختم نبوت کے جھنڈے لہراتے ہوئے اکثر پیدل ہی ناموس رسالت کے پہرہ داروں کے ہمراہ شریک ہوئے۔ ریلی کی قیادت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ڈپٹی سیکریٹری مولانا محمد اکرم طوفانی، مولانا نور محمد ہزاروی، مولانا مفتی شاہد مسعود، مولانا محمد اکرم عابد، قاری عبدالوحید، ملک ضیاء الحق، محمد فیصل اور دیگر علمائے کرام کر رہے تھے۔ سارا راستہ ختم نبوت زندہ باد، غلامی رسول میں موت بھی قبول ہے، تاجدار ختم نبوت زندہ باد کے نعروں سے گونجتا رہا۔ اختتام ریلی پر چوک کچہری بازار میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا، جس سے خطاب کرتے ہوئے ممتاز عالم دین، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سرگودھا کے جنرل سیکریٹری مولانا محمد رضوان نے حکومت وقت سے مطالبہ کیا کہ کلیدی عہدوں سے قادیانی افسروں کو برطرف کیا جائے اور امتناع قادیانیت آرڈی نینس کو ختم کرنے کی عالمی سازش کو بے نقاب کیا جائے۔ اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے ملک ضیاء الحق نے کہا کہ تمام مسلمانوں کو قادیانیوں سے مکمل بائیکاٹ کرنا چاہیے۔ مولانا مفتی نور محمد ہزاروی نے کہا کہ قادیانیوں کا ہر میدان میں تعاقب کرنا چاہیے اور تمام مسلمان اپنی دکانوں و مکانات پر ختم نبوت کے جھنڈے لہرائیں۔ مفتی شاہد مسعود نے کہا کہ سائنس کی جن کتابوں پر ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو مسلمان لکھا گیا ہے، وہاں سے اس کا نام ختم کیا جائے۔ قاری عبدالوحید نے کہا کہ قافلہ ختم نبوت کے سرگرم کارکنان ہر قیمت پر ختم نبوت کا تحفظ یقینی بنائیں گے۔

اک شب دیوانوں کی محفل میں!

محمد وسیم عباس

گاڑی جیسے ہی آزادی چوک سے بائیں مڑی تو بادشاہی مسجد کے مینار اور گنبد نظر آنے لگے، بادشاہی مسجد کو دیکھ کر بے ساختہ ذہن حکمرانوں کی طرف چلا گیا، ایک وقت وہ تھا جب مسلمان سربراہوں کی ترجیحات مساجد بنانا تھیں اور ایک وقت یہ ہے کہ مسجدیں بنانے کے بجائے گرائی جارہی ہیں، یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ جب تک مسلمان حکمران مسجد و مدارس سے جڑے رہے تو وہ سربلند رہے اور جیسے ہی ان سے ناطہ توڑا تو شاہی سے گدائی تک پہنچ گئے۔

"بادشاہی مسجد والے گیٹ پر آجاؤ" کنڈیکٹر کی گونج دار آواز کانوں سے ٹکرائی تو سوچوں کا سلسلہ ٹوٹ گیا اور ذہن خیالات کی وادیوں سے نکل کر حقیقت کے شہر میں آگیا، کھڑکی سے باہر دیکھا تو ایک جم غفیر بادشاہی مسجد جانے والے راستے میں نظر آیا، لوگ ایک دوسرے سے پہلے مسجد میں پہنچنے کی کوشش میں مصروف تھے، میری منزل بھی یہی تھی لہٰذا میں سامان اٹھا کر گاڑی کے گیٹ پر پہنچ گیا، گاڑی کے رکتے ہی میں اترا، لاہور کی فضا میں دیہات کی سوندھی سوندھی خوشبو بھی شامل ہوتی ہے، میں نے سفر کی تھکاوٹ دور کرنے کے لئے ایک لمبا سانس لے کر تازہ ہوا اپنے اندر اتارنے کی کوشش کی، اس نشاط افزا عمل کے بعد کپڑے جھاڑے، حلیہ درست کیا اور بادشاہی مسجد جانے والے ہجوم عاشقاں میں شامل ہوگیا۔

یہ سارے وہ پروانے تھے جو شمع رسالتؐ کے تحفظ کی خاطر اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کا عزم لے کر آئے تھے، ۳۵ سال بعد لاہور کی دھرتی ایک مرتبہ پھر ان کی مہمان نوازی کا شرف حاصل کر رہی تھی اور بادشاہی مسجد کا صحن ایک مرتبہ پھر اپنے دامن میں ان کو اسی مقصد کے لئے سمیٹے ہوئے تھا جس کے لئے ۱۹۷۴ء میں مفتی محمودؒ کے دور میں یادگار اجتماعات کے ہوئے تھے۔ لاہور کے شہری آج تک اس منظر کو نہیں بھول پائے جب اس مسجد کے صحن میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی خاطر یہ دیوانے جمع ہوئے تھے تو پھر اسے آئین پاکستان کا حصہ بنا کر ہی چھوڑا تھا، اب جب کہ فتنہ قادیانیت پھر سے سر اٹھا رہا ہے اور اس قانون کو آئین سے نکالنے کی بھرپور کوشش کر رہا ہے تو پھر اسی جگہ خواجہ خان محمد صاحب کی زیر سرپرستی ۱۱/ اپریل کو ختم نبوت کانفرنس کے عنوان سے ویسا ہی میدان سجا دیا گیا جیسا ۱۹۷۴ء کی تاریخ ساز کانفرنس کے وقت سجا تھا، یہ سارے قافلے اسی میدان کی طرف بڑھ رہے تھے۔

ملک میں موجودہ بدامنی، دہشت گردی کے پیش نظر جگہ جگہ سخت حفاظتی انتظامات کئے گئے تھے اور چیکنگ کا سلسلہ جاری تھا، میں بھی تلاشی دینے کے مراحل سے گزر کر بالآخر مسجد کی دہلیز تک پہنچ گیا، مرکزی دروازے سے اندر داخل ہو کر جیسے ہی مسجد کے صحن میں قدم رکھا تو حیران رہ گیا، مصروفیات اور نفسانفسی کے اس دور میں کہ جب مہنگائی کا جن بوتل سے باہر آچکا ہے اور لوگ دو وقت کی روٹی کے لئے صبح سے شام تک کولہو کے بیل کی طرح جتے رہتے ہیں جس کی بنا پر وہ خاندان و برادری کی غمی، خوشی میں شریک ہونے کے لئے وقت نہیں نکال پاتے، ان حالات میں انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر... یقیناً حیرانگی ہی کی بات تھی، میں ایک طرف سے راستہ بنا کر سکڑتے سمٹتے اسٹیج کے قریب پہنچ گیا، اشتیاق بھری نظریں جب اسٹیج پر جلوہ افروز حضرات پر پڑیں تو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا، خود کو چٹکی بھری کہ کہیں یہ کوئی خواب تو نہیں ہے لیکن درد کے احساس نے یقین دلا دیا کہ یہ خواب نہیں، حقیقت ہے، جیتی جاگتی حقیقت، اسٹیج پر تمام مسالک و مکاتب کے علماء کرام شیر و شکر اور گھل مل کر بیٹھے ہوئے تھے، ایسے لگ رہا تھا جیسے رنگ برنگے پھولوں کا گلدستہ اسٹیج پر سجا ہو، دل سے دعا نکلی اے اللہ! دینی قوتوں کے اس اتحاد و اتفاق کو قائم و دائم رکھ۔ آمین۔

پروگرام طے شدہ وقت کے مطابق عصر کے بعد سے شروع ہو چکا تھا اور جاری تھا، اسٹیج سیکریٹری کی طرف سے جس کا نام پکارا جاتا وہ اپنے مقررہ وقت میں نہایت خوش اسلوبی سے اپنے خیالات کا اظہار کرتا اور واپس اپنی نشست پر بیٹھ جاتا، وہاں دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، جمعیت علماء اسلام، سپاہ صحابہؓ سب کے سرکردہ راہنما موجود تھے لیکن نہ تو کسی پر کیچڑ اچھالا گیا، نہ ٹانگیں کھینچی گئیں، رفع یدین کی بات ہوئی نہ آمین بالجہر کی اور نہ ہی شیعہ سنی اختلاف زیر بحث آیا، سب ایک ہی بات کر رہے تھے اور سب اس پر متفق تھے، سب کا ایک ہی مقصد تھا اور سب کا ایک ہی نعرہ تھا اور وہ تھا ختم نبوت زندہ، سب اس نقطہ پر ڈٹے ہوئے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات خاتم النبیین ہے اور اس حوالے سے کسی بھی قسم کی لچک نہیں دکھائی جائے گی، جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرنے والے مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں کی ایک نہ چلنے دیں گے اور ان کا تعاقب جاری رکھا جائے گا، اور آئین میں ختم نبوت کے

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.INFO

حوالے سے جو قانون موجود ہے، اس میں معمولی سی ترمیم بھی برداشت نہیں کی جائے گی۔

اس جدوجہد میں ہر ایک دوسرے سے سبقت لینا چاہتا تھا، آخر سبقت کیوں نہ حاصل کی جاتی یہ مسئلہ تو ایمان کا حصہ ہے، اس کے بغیر تو انسان ادھورا ہے، کیونکہ یہ گروہی یا فروعی نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا مسئلہ ہے اور ویسے بھی دنیا جانتی ہے کہ مسلمان ہر ظلم برداشت کر سکتا ہے، ہر تکلیف سہہ سکتا ہے، دنیاداری میں الجھ سکتا ہے، اسلامی تعلیمات کو اپنانے میں بھی ڈنڈی مار سکتا ہے لیکن ختم نبوت کے مسئلے پر کوئی سمجھوتہ نہیں کرتا، جب ختم نبوت کی بات ہوتی ہے، پھر یہ اختلافات سے بالاتر ہو کر صرف آقائے نامدار ﷺ کی رسالت کی ناموس کا محافظ بن جاتا ہے پھر اگر اس کی زندگی کا کوئی مقصد رہ جاتا ہے تو وہ صرف عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ ہوتا ہے، چشم فلک گواہ ہے کہ لاہور کی سڑکوں پر ۱۹۵۳ء میں مسلمانوں نے جانوں کا نذرانہ دے کر یہ ثابت کر دیا تھا کہ ختم نبوت کا تحفظ ہمیں اپنی جانوں سے زیادہ عزیز ہے۔

تمام مکاتب فکر کے علمانے اپنے اپنے طور پر عقیدہ ختم نبوت کی خاطر جان کے نذرانے پیش کرنے کی یقین دہانی کروائی، یہ عظیم الشان کانفرنس انٹرنیٹ کے ذریعے براہ راست پوری دنیا میں دیکھی جارہی تھی، رات بھر ناموس رسالت کی خاطر کٹ مرنے کے عہد و پیماں ہوتے رہے اور اذانِ فجر کے ساتھ یہ کانفرنس اختتام پذیر ہوئی، نماز فجر کی ادائیگی کے بعد جیسے ہی بادشاہی مسجد کے مرکزی دروازے سے باہر نکلا تو اندھیرے اور روشنی کے ملے جلے ماحول میں سامنے شاہی قلعہ کی عمارت مسلمانوں کے عروج کی داستان سناتی نظر آئی۔ مسلمانوں کے درخشاں ماضی کے حسین تصور میں کھویا شاداں و فرحاں میں اپنی اگلی منزل کی جانب چل دیا۔ ☆......☆☆

اٹھائیسویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس ٹنڈو آدم

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ٹنڈو آدم کے زیر اہتمام ایک روزہ عظیم الشان اٹھائیسویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس ۱۷/اپریل ۲۰۰۹ء جمعۃ المبارک کو صبح دس بجے سے رات گئے تک جاری رہی۔ پہلی نشست کی تلاوت راقم الحروف نے کی، راشد احمد منگی نے نعت پیش کی، مفتی محمد طاہر مکی حنفی، حافظ محمد زاہد حجازی، حافظ محمد طارق حمادی اور حافظ نعمت اللہ نے مختصر بیانات کئے۔ مولانا محمد راشد مدنی نے افتتاحی خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ختم نبوت کے تمام کارکنوں، ہمدردوں اور معاونین کو اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا چاہئے کہ اللہ ان سے کام لے رہا ہے، اس پر اترانا نہیں چاہئے کہ اللہ توفیق نہ چھین لے، یہ اللہ کی مرضی کی بات ہے کہ کس سے اللہ اپنے نبی کی عزت و حرمت کے تحفظ کا کام لے رہا ہے، جنہیں توفیق ملی وہ خالص اللہ کا شکر ادا کریں، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم تبلیغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج کفر ہر طرح سے اور ہر طرف سے اسلام پر حملہ آور ہے، ان کی آنکھوں میں صرف اور صرف قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے والا قانون، ضیاء الحق دور کا امتناع قادیانیت آرڈی نینس اور توہین رسالت کی سزا سزائے موت کا قانون کھٹک رہا ہے۔ مسلمان کسی بھی صورت میں مذکورہ بالا چیزوں میں کسی بھی قسم کی کوئی ترمیم و تبدیل برداشت نہیں کریں گے، انہوں نے واضح الفاظ میں کہا کہ ملک کو اگر بچانا ہے تو قادیانی لابی کو لگام دینا ہوگی۔ جمعہ کی نماز کے بعد دوسری نشست کا آغاز قاری عبدالرحمٰن کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، سکھر سے آئے ہوئے الحاج امداد اللہ بھٹو نے حمد و نعت، مدح صحابہ، عقیدہ ختم نبوت، رد قادیانیت پر مختلف نظمیں پیش کیں ان کے بعد ملک کے معروف خطیب حضرت مولانا صبغت اللہ جوگی نے سندھی میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت دین اسلام کی بنیاد ہے، اس کے منکر کے ساتھ کوئی رعایت نہیں ہو سکتی، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ یہ سب اسلام ہیں، مگر عقیدہ ختم نبوت یہ اسلام کی بنیاد ہے، بے نمازی کو کافر نہیں کہا جاتا، روزہ خور کو کافر نہیں کہا جاتا وہ حد درجے کا فاسق ضرور ہے، گناہگار ضرور ہے مگر اسے کافر نہ کہا جائے گا، جبکہ اگر کوئی شخص ختم نبوت پر کامل ایمان نہ لائے تو وہ پکا کافر ہو جاتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے اس کے ساتھ کسی قسم کی کوئی رعایت نہیں، انہوں نے کہا کہ آج اگر سوات میں ایک جعلی ویڈیو بنا کر پیش کی جاتی ہے تو انسانی حقوق اور دیگر تنظیموں کو غیرت آجاتی ہے مگر ماضی قریب میں جب جامعہ حفصہ کی معصوم و پاکدامن قال اللہ وقال الرسول پڑھنے والی باحیا بچیوں کو ذبح کیا گیا اس وقت یہ راہبر عورتوں کے حقوق میں بولنے والے کہاں تھے؟ وانا، وزیرستان میں امریکی بمباری سے دودھ پیتے بچے تڑپ تڑپ کر مر رہے ہیں، اس پر مسلم قیادت کیوں خاموش ہے؟ یہ سب اسلام اور مسلمانوں کے خلاف قادیانی سازشیں ہیں، مسلمانو! جاگ جاؤ، قادیانی دین اسلام کو مٹانے کے لئے برسرپیکار ہیں، بروز محشر آقائے نامدار ﷺ کے آگے کوئی عذر قابل قبول نہ ہوگا، دشمن سے ہوشیار ہو جاؤ، اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرو، امریکا اپنی بمباری میں یہ نہیں دیکھتا کہ یہ سنی ہے کہ دیوبندی، یہ وہابی ہے کہ شیعہ، وہ ہر کلمہ گو کو

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.INFO

نشان بنا چکا ہے اور تسلسل کے ساتھ بنا رہا ہے، مسلمان اپنے اندر اتحاد پیدا کر کے ہی دشمن کو اس کی سازشوں کا جواب دے سکتے ہیں۔ میر پور خاص، کوٹری سے مولانا عبدالمجید انڈھڑ، حافظ ظہور احمد انڈھڑ کی سربراہی میں، ٹنڈو الہیار سے مولانا مبین کی سربراہی میں علماء کے وفد نے، گمبٹ سے عبدالسمیع شیخ کی سربراہی میں، کراچی جامعۃ الرشید سے حافظ ابوبکر کی سربراہی میں، شہداد پور سے شیخ الحدیث مولانا محمد سلیم احمد، پنو عاقل سے بھی شبان ختم نبوت کے حافظ ایاز احمد شیخ، نوابشاہ، پڈعیدن، حیدرآباد، جام شورو سمیت اندرون سندھ سے آنے والے مہمانوں کی کثیر تعداد نے کانفرنس میں شرکت کی۔ آخری نشست نماز عشاء کے بعد جامع مسجد سے متصل ایم اے جناح روڈ پر رکھی گئی جس کا آغاز جامعۃ الرشید کراچی سے آئے ہوئے مہمان حافظ محمد ابوبکر کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے صوبائی امیر علامہ احمد میاں حمادی نے اپنے خطاب میں کہا کہ ہماری دوستی و دشمنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ہے جو ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے وہ ہمارا خیر خواہ نہیں ہو سکتا اور جو ہمارے نبی کا دوست ہے وہ ہمارا دوست ہے، قادیانیوں کے حامی سوچیں کہ اگر شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کر دیا تو وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دیں گے؟ اس لئے قادیانیوں کے حامی توبہ کریں اور خالص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہو جائیں، یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک دل میں قادیانیوں کے حامیوں کی بھی محبت ہو اور اسی دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی محبت ہو، یہ دھوکا ہے، ختم نبوت کانفرنس منعقد کرنے کا مقصد ہر مسلمان کے دل میں محبت رسول بیدار کرنا ہے۔ حضرت امام مالکؒ کا قول ہے کہ: ''جس نبی کی امت کے ہوتے ہوئے اس نبی کی توہین ہو تو اس امت کو زندہ رہنے کا حق نہیں۔'' کانفرنس کے صدر استقبالیہ مفتی حفیظ الرحمن رحمانی، مولانا احمد علی عباسی، مولانا قاضی منیب الرحمن، مولانا محمد علی صدیقی، مولانا نذر عثمانی، صوبہ بلوچستان کے مجلس کے امیر مولانا عبدالواحد، مولانا عبدالرزاق میکھو اور دیگر نے خطابات کئے جبکہ جمیعت علماء اسلام کے حاجی محمد ہاشم خاص خیلی، قاری محمد عباس، مولانا محمد عثمان سموں، جامعہ مدنیہ کے مفتی محمد امان اللہ بلوچ سمیت شہر کے مقتدر علماء کرام نے خصوصی شرکت کی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حیدرآباد کے مبلغ مولانا محمد نذر عثمانی نے کانفرنس میں قراردادیں پیش کیں:

☆...... قادیانیوں کو تمام کلیدی عہدوں سے برطرف کیا جائے۔

☆...... پی آئی اے سمیت تمام سرکاری دفاتر سے قادیانیوں کو بے دخل کیا جائے۔

☆...... کانفرنس میں چیف جسٹس آف پاکستان جناب افتخار چوہدری سے مطالبہ کیا گیا کہ ۱۹۷۹ء سے پاکستان کی مختلف عدالتوں میں توہین رسالت، توہین قرآن اور امتناع قادیانیت آرڈی نینس کے مقدمات زیر سماعت ہیں، سپریم کورٹ انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے تمام مقدمات فوری طور پر نمٹانے کا حکم دے۔

☆...... قادیانی خود کو کھلم کھلا مسلمان کہلوا کر پاکستان کا اسلامی تشخص برباد کر رہے ہیں حکومت انہیں روکے اور امتناع قادیانیت آرڈی نینس پر سختی سے عملدرآمد کرائے۔

☆...... قائدین ختم نبوت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ، مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ، مفتی نظام الدین شامزی شہیدؒ، مولانا نذیر احمد تونسوی شہیدؒ کے قاتلوں کو جلد گرفتار کر کے انہیں کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔

☆...... پاکستان پر امریکی بمباری پر حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ فوری طور پر امریکا سے اپنے تعلقات ختم کر دے۔

☆...... کانفرنس میں بعض ٹی وی چینلز اور ملکی اخبارات کی جانب سے غدار پاکستان اور پاکستان کے ایٹمی راز اسرائیل تک پہنچانے والے قادیانی سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو پاکستان کا ہیرو قرار دینے کی بھرپور مذمت کرتے ہوئے میڈیا سے مطالبہ کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین گستاخ کو اس قسم کے الفاظ سے نہ نوازے۔

☆...... کانفرنس میں پاکستان کے محسن اور ایٹمی سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو مبارکباد پیش کی گئی اور حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی مکمل حفاظت کا بندوبست کیا جائے۔

ختم نبوت کانفرنس قصور

قصور (نامہ نگار) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام قصور میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی، جس کی صدارت قاری مشتاق احمد رحیمی نے کی۔ تلاوت قاری حماد انور نفیسی اور قاری ارشد محمود نے کی اور نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پیش کی۔ جناب الحاج میاں محمد معصوم انصاری نے نقابت کے فرائض سر انجام دیئے۔ کانفرنس سے شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا مدظلہ، مولانا عبدالرزاق مجاہد، قاری کامران احمد سندھو نے خطاب کیا۔ کانفرنس رات گئے تک جاری رہ کر قاری صاحب کی دعا سے اختتام پذیر ہوگئی۔

مولانا محمد اکرم طوفانی کا تبلیغی دورہ

اوکاڑہ... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سرگودھا کے مرکزی رہنما مولانا حافظ محمد اکرم طوفانی پچھلے دنوں ضلع اوکاڑہ کے تبلیغی دورہ پر تشریف لائے، آپ نے بصیر پور شہر ضلع اوکاڑہ میں، جامعہ حنفیہ مدنیہ میں جمعۃ المبارک کے عظیم اجتماع سے خطاب کیا۔ مہمان نوازی کے فرائض مولانا زبیر احمد فہیم اور مولانا عزیز خلیل نے سرانجام دیئے۔

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.INFO

ختم نبوت زندہ باد

اسلام زندہ باد

30 مئی 2009ء بروز ہفتہ بعد از نماز عصر

بمقام راولپنڈی لیاقت باغ

تاریخی عظیم الشان ختمِ نبوّۃ کانفرنس

زیر سرپرستی

خواجہ خواجگان حضرت مولانا قطب الاقطاب مخدوم المشائخ

خواجہ خان محمد صاحب

دامت برکاتہم

امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت

مہمانِ خصوصی

استاذ المحدثین

حضرت مولانا ڈاکٹر

عبدالرزاق سکندر صاحب

دامت برکاتہم

نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت

علماء، مشائخ، قائدین، دانشور اور قانون دان خطاب فرمائیں گے۔

اہل اسلام سے شرکت کی درخواست ہے

شعبہ نشر و اشاعت

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت

راولپنڈی اسلام آباد

03007550481
03337639031